

دنیا میں اچھے لوگوں کے ساتھ رہو

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ويوم يعرض الظالم على يديه يقول بليتني اتخذت مع الرسول سبيلاً. بويلتي لم اتخذ فلانا خليلاً. صدق الله العظيم. (ترجمہ) اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائے گا اور کہے گا اے کاش میں نے بھی رسولؐ کے ساتھ ہو کر صحیح راہ اختیار کی ہوتی ہائے میری خرابی کیا اچھا ہوتا جو فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

بزرگان محترم! اس آیت کریمہ میں ایک خاص واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ دنیا کے اندر اچھے دوست بناؤ، بروں کی صحبت میں نہ بیٹھو اور بروں کو دوست نہ بناؤ، کافروں کو دوست نہ بناؤ، یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، اللہ کے منکرین کو دوست نہ بناؤ۔ اسی طرح نافرمانوں کو دوست نہ بناؤ جو اللہ سے بغاوت کرتے ہیں، اللہ سے سرکشی کرتے ہیں ان کو اپنا جگہری دوست نہ بناؤ، ان سے دوستی اور تعلق نہ رکھو۔ کافروں کے ساتھ دوستی نہ رکھنے کا ذکر قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ہے۔

غیروں کے ساتھ تعلق کی حد

ان تمام کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ اگر کوئی دنیوی ضرورت ہو جیسا کہ کاروبار کا مسئلہ ہے، لین دین کا مسئلہ ہے، دنیوی کوئی معاملہ ہے۔ اس میں غیر مسلم سے واسطہ پڑتا ہے، جا کر ملنا پڑتا ہے تو دین اسلام میں اس کی اجازت ہے، ضرورت کی وجہ سے مل سکتے ہو، اس سے اخلاق کا مظاہرہ کرو، اچھی زبان استعمال کرو، میٹھی باتیں کرو لیکن جس کو تعلق اور دوستی کہتے ہیں وہ مت کرو۔ ان سے تعلق کاروبار کی حد تک ہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رازداں بن جائے اور اختلاط اتنا بڑھ جائے کہ دو قالب ایک جان ہو جائیں۔ کاروباری کام سے

فرصت ہوئی تو اس سے بھی فرصت ہوگئی۔ بس جتنی ضرورت ہے اتنا تعلق ہے اسی طرح غیر مسلم لوگوں سے بھی جتنی دنیوی ضرورت ہو اتنا ہی تعلق ہو۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا (یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین) اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء) اے ایمان والو جو میرے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں ان کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اور کہیں ارشاد فرمایا (یا ایہا الذین آمنوا لاتتخذوا الیہود والنصارى اولیاء بعضهم اولیاء بعض) اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ اس لئے کہ وہ آپس میں وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں (ومن یتولہم منکم فانه منہم) جو کوئی تم میں ان کے ساتھ دوستی کریگا وہ بھی یقیناً ان میں سے ہوگا۔

برتھ ڈے (BIRTHDAY) منانا (یوم پیدائش)

اب دوستی کے بہت سے مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ ان کی چال ڈھال اختیار کرنا، ان کے جیسارہن سہن اختیار کرنا، خوشی غمی میں ان کے طریقوں کو اختیار کرنا جیسا کہ میں بار بار جمعہ کے خطبہ میں کہتا ہوں مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ”برتھ ڈے“ مناتے ہیں۔ یہ برتھ ڈے جس طریقہ سے آجکل منایا جاتا ہے اسلام میں کہیں بھی اس کا نام و نشان نہیں۔ نہ صحابہؓ نے منایا نہ تابعین نے منایا، نہ اولیاء اللہ نے منایا، نہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے منایا، نہ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے منایا۔ بعض مسلمان ماشاء اللہ بڑے دین کے پابند ہیں، دیندار ہیں، صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں ان کے متعلق سن کر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ وہ بھی غیروں کی طرح برتھ ڈے مناتے ہیں۔

برتھ ڈے خوشی کا دن ہے یا غمی کا؟

اور اگر آپ غور کریں اور سوچیں تو آپ فیصلہ کریں گے کہ برتھ ڈے خوشی کا دن نہیں ہے بلکہ غمی کا دن ہے کیونکہ برتھ ڈے کا مطلب یہ ہے کہ میرے بیٹے کی عمر مثلاً دس سال ہوگئی، اس کی کل زندگی مثال کے طور پر ساٹھ سال ہے تو آپ بتلائیے گزشتہ سال وہ نو سال کا تھا، اب دس سال کا ہوا تو اس کی زندگی میں ایک سال کم ہوا یا ایک سال بڑھا؟ ظاہر ہے

ایک سال کم ہوا۔ اس طرح جتنے برتھ ڈے آئیں گے ہر سال اس کی زندگی کا ایک ایک سال کم ہوتا جائے گا تو آپ بتلائیے یہ خوشی کا دن ہو یا غمی کا؟
ہمارے قول و فعل کا تضاد؟

اسی طرح ان کے رہن سہن کا انداز اختیار کرنا، ان کی طرح کھانا پینا، ٹیبل کرسی پر کھانا اور آجکل تو ایک عجیب طریقہ نکل پڑا ہے کھڑے کھڑے کھاتے ہیں، پورے ہال میں پلیٹ ہاتھ میں لیکر گھومتے ہیں یا ناچ ناچ کر کھاتے ہیں، عجیب انداز ہے۔ ان تمام چیزوں کو اختیار کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں ان کے طریقے پسند ہیں۔ اسلام اور حضور اقدس ﷺ کے مبارک طریقوں اور سنتوں سے محبت نہیں ہے۔ یہود و نصاریٰ سے محبت ہے جب ہی تو ان کے طور طریقوں کو اختیار کیا جا رہا ہے، ان کو اپنا یا جا رہا ہے، گھر میں انہی کے طریقے نظر آتے ہیں.....

غضب ہے نام لیتے ہیں نصاریٰ کی عداوت کا

مگر نصرانیت اور مغربیت دل سے ہے پیاری

لباس ان کا معاش ان کا زباں انکی تراش ان کی

وہی طرز معیشت ہے وہی طرز سخن جاری

ساری نقل تو ان کی کرتے ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) بھی پڑھتے ہیں جس میں اللہ پاک سے یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ! ہمیں ان دشمن لوگوں کے راستہ پر نہ چلا جن پر آپ کا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہیں۔ نماز میں تو یہ دعا کرتے ہیں اور باہر انہی کا طرز زندگی اختیار کرتے ہیں۔

ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے ہیں

دوستو! اللہ کا شکر ادا کرو ہمارے پاس اپنا معاشرہ ہے، اپنا کلچر ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے آقا نبی ﷺ کی مبارک اور نورانی سنتیں ہیں۔ ہمارے لئے سب سے زیادہ نقل کے قابل ہمارے محبوب حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس ہے جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے بہترین نمونہ بنایا (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة) ہماری اور

تمہاری زندگی کے لئے اگر بہترین نمونہ ہے تو وہ حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی مقدس زندگی ہے اس لئے ہمیں کسی سے دوستی کرنے اور ان کی نقل اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی لئے جگر مراد آبادی نے کہا ہے.....

کیا کام جگر مجھ کو بھلا اور کسی سے کافی ہے بس ایک نسبت سلطان مدینہ

صلی اللہ علیہ وسلم تسليماً كثيراً كثيراً (درود شریف پڑھ لیجئے) تو دوستو! ہم تو ﷺ کے دیوانے ہیں، ہمارے لئے تو بس آپ کی نورانی سنتیں کافی ہیں۔ لہذا آپ ﷺ جس طرح کھاتے تھے، اسی طرح ہم بھی کھائیں، آپ ﷺ جیسا لباس پہنتے تھے ہم بھی ویسا ہی لباس اختیار کریں۔ غرض ہر چیز میں رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ لہذا میرے دوستو اور بزرگو! ہم حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کو اختیار کریں، آپ کے جیسا طرز زندگی اختیار کریں، آپ ﷺ کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔ یہ سنت کے راستے ہمیں اور آپ کو جنت تک پہنچائیں گے، اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی.....

نقش قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

پس سنت کے راستوں کو اختیار کر لو انشاء اللہ، اللہ تک پہنچ جاؤ گے۔ ان راستوں پر چل کر جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور غیروں کے راستے اختیار کر لیں گے تو اللہ کے دشمن جہاں جائیں گے ہم بھی وہیں پہنچیں گے۔ ان پر اللہ کا غضب ہوگا، ناراضگی ہوگی، ہم نے ان کی مشابہت اختیار کی، ان کے جیسی زندگی گزاری تو ہم سے بھی اللہ ناراض ہوں گے۔

دوستو! سوچنے اور غور کرنے کا موقع ہے، ابھی اللہ نے ہمیں موقعہ دے رکھا ہے، زندگی ہے۔ اگر زندگی میں ہم نے ان غلط راستوں کو چھوڑ کر توبہ کر لی اور حضور ﷺ کی سنتوں کو اختیار کر لیا۔ اپنی قبر اور آخرت کی فکر کر لی تو ہم انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے دیوانے بن کر زندگی گزارو، غیروں کے اور اللہ کے دشمنوں کے دیوانے مت بنو۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ اللہم آمین۔

اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو

بزرگو! دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید میں بھی یہ تعلیم ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی یہ تعلیم ہے کہ اچھے لوگوں کو دوست بناؤ، اہل اللہ کی صحبت میں رہو۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر جو تین صحابہ پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے ایک صحابی حضرت کعب بن مالکؓ بھی تھے۔ دوسرے دو تو بوڑھے تھے مگر یہ نوجوان، باہر آتے جاتے تھے اور وہ دونوں حضرات تو غم کے مارے گھر میں بیٹھ گئے۔ واپسی کے بعد کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ جس طرح منافقین جھوٹے بہانے بنا رہے ہیں تم بھی اسی طرح کا کوئی بہانہ پیش کر دو تا کہ تم بھی جھوٹ جاؤ تو حضرت کعب بن مالکؓ نے فرمایا نہیں، میں تو سچ سچ بتلا دوں گا اس لئے کہ اگر میں نے جھوٹ کہا اور رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوگئی تو مجھ سے برا کون ہوگا؟ یہ اپنی بات پر جمے رہے اور حضور ﷺ سے بالکل سچ بتا دیا۔ واقعہ بہت تفصیلی ہے، ان تین صحابہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب لوگ ان سے بات چیت بند کر دیں۔ یہ سب اللہ کے حکم سے تھا، پچاس دن اسی طرح گزر گئے کیونکہ غزوہ تبوک میں بھی پچاس دن لگے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور قرآن مجید میں آیتیں اتریں۔ ان آیتوں میں ایک آیت یہ بھی ہے (یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو تو یہاں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر سچوں کے ساتھ رہنے کے تاکید فرمائی۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ اچھے اور سچے لوگوں کے ساتھ رہنے کا کس قدر فائدہ ہے کہ اللہ پاک خود اس کی تعلیم فرما رہے ہیں۔

اس کے دوستوں کو دیکھو

اور حضور اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کسی آدمی کو دیکھنا ہو کہ وہ کیسا ہے تو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے دوستوں کو دیکھ لیں۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے۔ دینداروں کے ساتھ یا آوارہ لوگوں کے ساتھ ہے۔ جن کے ساتھ دوستی ہوگی انہی لوگوں کا رنگ چڑھے گا۔ حضرت سعدیؒ کی کتاب گلستان کے مقدمہ میں ہے اور شعر غالباً

”پند نامہ“ کا ہے.....

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت تم کو نیک بنائے گی اور بد بخت لوگوں کی صحبت تم کو بد بخت

بنادے گی اور فرماتے ہیں.....

تا تو انی دور شو از یار بد
یار بد بدتر از مار بد
مار بد تنہا ہی بر جان زند
یار بد بر جان و بر ایمان زند

جب تک تم سے ہو سکے برے دوست سے دور رہو اور اپنی اولاد کو بھی دور رکھو اس لئے کہ برادر دوست سانپ سے بھی بدتر ہے۔ سانپ کا حملہ صرف جان پر ہوتا ہے لیکن برے دوست کا حملہ جان اور ایمان دونوں پر ہوتا ہے۔ برے دوست کی صحبت جان اور ایمان دونوں کے لئے خطرناک ہوتی ہے۔

اچھی صحبت کی ایک مثال

کچی پیاز اور کچا لہسن کھا کر فوراً مسجد میں آنے سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا کیونکہ اس میں ایک عجیب قسم کی بدبو ہے۔ اگر ہاتھ سے چھیلیں تو ہاتھ میں بھی اس کی بدبو آجاتی ہے، چھری سے کاٹتے ہیں تو چھری میں بھی بدبو آجاتی ہے، جس برتن میں رکھیں وہ برتن بھی بدبودار ہو جاتا ہے لیکن اگر اسی پیاز کو کڑھائی اور پٹیلی میں ڈال کر تیل میں فرائی کر لیں تو اس میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے، بھوک نہ لگی ہو تو اس خوشبو سے بھوک لگ جائے، چاول میں بگھار کر ڈال دو تو چاول بھی خوشبودار اور ذائقہ دار بن جاتے ہیں۔ کیا تبدیلی آگئی؟ تھوڑی دیر اس کو تیل کی صحبت ملی، گھی کی صحبت میں رہا اور ذرا مجاہدہ ہوا، اس کی کسائی ہوئی، آگ پر رکھ کر اس سے بگھارا۔ جب اس کو اچھی صحبت مل گئی تو اس کی بدبو خوشبو سے بدل گئی۔ اسی طرح تل کا تیل ہے لیکن اگر اس کو چنبیلی کی صحبت میسر آ جائے تو وہی تیل چنبیلی

کا تیل کہلاتا ہے، خوشبودار ہو جاتا ہے۔ اس صحبت کے نتیجہ میں اس کے اندر خوشبو بھی پیدا ہوگئی، اس کی قیمت بھی بڑھ گئی۔

دوسری مثال

شیخ سعدیؒ نے بھی ایک عجیب و غریب مثال بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں.....

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بد و گفتم کہ مشکى یا عبرى
کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشتم
جمال ہمنشین درمن اثر کرد
وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک خوشبودار مٹی کا ڈھیلا حمام میں ایک محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں آگیا۔ مٹی میں خوشبو محسوس کر کے میں نے اس سے پوچھا تو بتا کہ مشک سے بنا ہے یا عبر سے؟ اس نے زبان حال سے جواب دیا میں تو ناچیز اور حقیر مٹی ہوں لیکن ایک مدت تک پھول کی ہم نشینی میں رہا ہوں، میرے ہم نشین کے جمال نے مجھ میں اثر کیا اور اسی صحبت اور ہم نشینی کے اثر سے مہک رہا ہوں اور میرے اندر خوشبو آگئی ہے ورنہ میری حقیقت تو مٹی ہے، نہ میں مشک ہوں نہ عبر، بس صحبت کا اثر ہے۔ جب پھول جو بے جان ہے اس کی صحبت کا یہ اثر ہو سکتا ہے تو اہل اللہ جن کے قلوب اللہ کے عشق میں جلے ہوتے ہیں، عشق الہی اور عشق رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں فنا ہوئے ہوتے ہیں، کیا ان کی صحبت کا اثر نہ ہوگا؟ اللہ پاک نے جو (و کونو امع الصادقین) فرمایا ہے بے شک اس میں بڑی تاثیر ہے۔

صحابہؓ میں صحبت رسول ﷺ کا اثر

صحابہؓ اسلام سے پہلے کیا تھے؟ لیکن حضور اقدس ﷺ کی صحبت نے ان کے اندر کیسے کیسے کمالات پیدا کر دیئے۔ حضرت عمرؓ جو بکریاں نہیں چرا سکتے تھے، اللہ رب العزت نے حضور اقدسؐ کی صحبت کی برکت سے جہانباں بنا دیا۔

مرحوم اکبر الہ آبادی نے خوب کہا ہے.....

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو رشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حضور اقدس ﷺ کے فیض صحبت نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اب آپ کے بعد جو اہل اللہ ہیں، انسان نیک نیتی سے ان کی صحبت اختیار کریگا انشاء اللہ وہ بھی محروم نہ رہے گا۔ ان کی صحبت کی برکت سے ہمارے اندر دین آئے گا بلکہ حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم نے تو اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا ہے.....

اہل اللہ کی صحبت سے انشاء اللہ حسن خاتمہ ہوگا

اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے سے اور صرف اللہ کے لئے ان سے محبت رکھنے سے اللہ پاک اس کو انشاء اللہ حسن خاتمہ نصیب فرمائیں گے اور اس سلسلہ میں انہوں نے دو روایتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی روایت یہ بیان فرمائی ہے کہ اہل ذکر یعنی صالحین اور اہل اللہ کی شان میں وارد ہے کہ ایک شخص مجلس میں صالحین اور اہل اللہ کے مجمع میں کسی ضرورت اور حاجت کے لئے جاتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ان ذاکرین کی مغفرت فرمادینے کے ساتھ ساتھ اس کی مغفرت کا بھی اعلان فرمایا تو ایک فرشتہ نے کہا اے اللہ! فلاں شخص ان میں شامل نہیں، وہ تو اپنی کسی ضرورت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا اور وہ خطا وار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا ”ہم القوم لا یشقی“

بہم جلسہم“ یہ ایسے مقبولان الہی ہیں اور ایسے ہمارے محبوب بندے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم اور شقی نہیں رہ سکتا، سبحان اللہ! کتنی بڑی سعادت مندی ہے اور کیا مقام ہے اہل اللہ کا۔ اس کے بعد اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں ”ولہ قد غفرت“ میں نے اس شخص کو بھی بخش دیا۔

حکیم اختر صاحب مدظلہ نے دوسری روایت یہ نقل فرمائی۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان میں تین خصائل ہوں گے وہ ان کی برکت سے اپنے دل میں ایمان کی حلاوت پائے گا۔ (۱) جس کے قلب میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) جو کسی مسلمان سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔ (۳) اور جو ایمان عطا ہونے کے بعد کفر میں جانا اتنا ناگوار سمجھے جیسا کہ آگ میں جانا۔ جب کسی بندہ مومن سے اللہ کے لئے محبت کرنے پر حلاوت ایمانی نصیب ہونے کا وعدہ ہے تو اہل اللہ جو اللہ پاک کے محبوب بندے ہوتے ہیں ان سے اللہ فی اللہ محبت کرنے پر انشاء اللہ یقیناً حلاوت ایمانی نصیب ہوگی۔

اور حلاوت ایمانی کے متعلق ملا علیؒ فرماتے ہیں ”وقد ورد ان حلاوة الايمان اذا دخلت قلباً لا تخرج منه ابداً“ (مرقاۃ، ۷۴) وارد ہے کہ حلاوت ایمان جب قلب میں داخل ہوتی ہے تو اس قلب سے کبھی نہیں نکلتی۔ یہ شاہی عطیہ ہے۔ شاہ کریم عطیہ دے کر کبھی واپس نہیں لیا کرتا۔ (مواعظ در محبت، ص ۳۰-۳۱)

یہاں یورپ میں اچھی صحبت انتہائی ضروری ہے:

اس لئے اللہ اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے اور یہاں کے ماحول میں اپنی اولاد کو سنبھالنا اور اچھی سوسائٹی اور اچھے معاشرہ میں ان کا وقت گزرنے کا انتظام کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ اگر اچھی صحبت کے بجائے بری صحبت ان کو مل گئی تو پھر ان کی کیا حالت ہوتی ہے وہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ کتنے لوگ بچارے روتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی اولاد کو اچھی صحبت نہیں ملی اور جن کو اچھی صحبت مل گئی ان زندگی ہی بدل گئی۔ اس یورپ کے ماحول میں بھی الحمد للہ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور میں

ایسے ایسے خاندان کو جانتا ہوں کہ جب چھوٹی رات ہوتی ہے، عشاء کی نماز گیارہ بجے اور صبح کی نماز سوا چار بجے، ایسی چھوٹی راتوں میں بھی ان کی تہجد کی نماز فوت نہیں ہوتی۔ آپ دیوبندی، بائبل، بولٹن، پریسٹن، بلیک برن کے علاقہ میں جاؤ تو ماشاء اللہ نو جوانوں کے چہروں پر سنت کے مطابق مکمل نور اور سر پر سنت کے مطابق عمامے نظر آتے ہیں۔ بعض بعض بستیوں کے متعلق پتہ چلا کہ پوری بستی میں ٹی وی نہیں ہے۔ الحمد للہ ان کے بچے اتنے دیندار ہیں کہ ان کو دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے، آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی اچھی صحبت کی برکتیں ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کسی کے متعلق معلوم کرنا ہو کہ وہ کیا ہے تو اس کے ساتھیوں کو دیکھ لو کہ اس کا اٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ نمازی کا دوست بھی نمازی اور شرابی کا دوست بھی شرابی، چور کا دوست بھی چور ہوتا ہے۔ تو جیسوں کے ساتھ رہیں گے ویسے بن جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کس قدر جلیل القدر پیغمبر ہیں، دین کے لئے کتنی تکلیفیں اٹھائیں، ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے، دعوت دیتے رہے۔ قرآن مجید میں ہے (قال رب انی دعوت قومی لیلاً ونهاراً) حضرت نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے دن رات اپنی قوم کو دعوت دی لیکن لوگ مجھ سے بھاگتے رہے (وانی كلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابهم فی آذانهم واستغشوا ثيابهم) جب جب میں دعوت دیتا ہوں تو انگلیاں کانوں میں ڈال لیتے ہیں، چہرے پر کپڑا ڈال لیتے ہیں بات تک سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح علیہ السلام پر پتھراؤ کرتی تھی یہاں تک کہ حضرت پتھروں میں دب جاتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آکر پتھر ہٹاتے تھے تب آپ پھر جا کر قوم کو دعوت دیتے تھے۔ علانیہ بھی دعوت دیتے اور مخفی بھی دعوت دیتے۔ قوم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا تھا اس کو بروں کی صحبت مل گئی۔ نوح علیہ السلام نے اس کو بہت سمجھایا، اس کو بلایا کہ توبہ کر لے لیکن اس نے توبہ نہیں کی اور جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے

بیٹے سے کہا کہ اب بھی توبہ کر کے کشتی میں آ جاؤ، آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے (لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم) مگر جس پر اللہ رحم کرے۔ بیٹے نے کہا (قال ساوی الی جبل یعصمنی من الماء) میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے پانی اور طوفان سے بچالیکا۔ اپنے والد کی بات نہیں مانی اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ (و حال بینہما الموج فکان من المغرقین) اتنے میں دونوں باپ بیٹے کے درمیان ایک موج حائل ہوگی وہ بیٹا ڈوبنے والوں میں ہو گیا۔ اسی طرح ایک دو آدمی ایک پہاڑ کی کھوہ میں گھس گئے اور پتھر سے اس کا منہ بند کر لیا کہ یہاں پانی نہیں آئے گا۔ نوح علیہ السلام نے اپنے تمام ماننے والوں کو کشتی میں سوار کر لیا۔ ایک ایمان والے شخص کو کشتی میں بٹھانا بھول گئے تھے۔ طوفان آیا، اللہ کی قدرت جو ایمان والا تھا وہاں اللہ نے اپنا عذاب نہیں بھیجا، وہ اپنی جھونپڑی میں محفوظ رہا اور جو غار میں چھپ گئے تھے انکا پیشاب اتنا جاری ہوا کہ اس میں وہ لوگ ڈوب گئے اور اسی پیشاب میں لوگ مر گئے۔ اتنا پیشاب ہوا کہ پورا غار پیشاب سے بھر گیا اور آپ کا بیٹا جو پہاڑ پر چڑھا تھا ایک موج آئی اور وہ بھی غرق ہو گیا (و حال بینہما الموج فکان من المغرقین) حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں عرض کیا اے میرے رب اپنے میرے اہل کو بچانے کا وعدہ فرمایا تھا یہ تو میرا بیٹا ہے میرے اہل خانہ سے ہے۔ اللہ پاک کو کیسا جلال آیا، قرآن میں ہے (قال ینوح انه لیس من اہلک انه عمل غیر صالح) اے نوح یہ تمہارے اہل میں نہیں ہے اس لئے کہ اس کے عمل خراب ہیں (فلا نسلن مالیس لک بہ علم) اب آئندہ ایسا سوال نہ کرنا جس کا آپ کو علم نہیں ہے تو دیکھو نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کی صحبت میں رہا، نبوت کا خاندان گم ہو گیا، نبوت کی برکتوں سے محروم ہو گیا۔

پسر	نوح	بابتاں	بنشت
خاندان	نبوتش	گم	شد
سگ	اصحاب	کھف	روزے
چند	نیکاں	رفت	مردم
شد			

اصحاب کہف کا کتا

اصحاب کہف کا کتا چند روز نیک اور سچوں کے ساتھ رہا تو جہاں قرآن میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان فرمایا اللہ پاک نے اس کتے کا بھی ذکر فرمایا کہ ان کا کتا غار کے دہانہ پر بیٹھ گیا (و کلہم باسط ذراعیہ بالوصید) اور مفسرین نے لکھا ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت کی برکت سے یہ کتا بھی جنت میں جائے گا۔ تو صالحین کی اور نیک لوگوں کی صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

بری صحبت کا نتیجہ، ایک واقعہ

میں نے شروع بیان میں جو آیت تلاوت کی ہے اس میں ایک واقعہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص قیام کے دن مارے حسرت اور افسوس کے اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور پچھتائے گا، روئے گا کہ ہائے افسوس میں نے اس آدمی سے دوستی کی تھی، اس کی دوستی کی وجہ سے میں جہنم میں پہنچ گیا۔ اس دن افسوس کریگا اور کہے گا (يقول يلبتني اتخذت مع الرسول سبيلاً) کاش میں نے رسول اللہ کو دوست بنایا ہوتا اور آپ کے ساتھ رہا ہوتا (یولبتني لبتني لم اتخذ فلاناً خلیلاً) ہائے میری کم بختی میں نے فلاں شخص کو کیوں دوست بنایا۔

یہ آیت عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ دشمنان اسلام میں سے تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز میں تھے تو اونٹ کی اوجھ لا کر اس نے آپ ﷺ کی کمر پر رکھ دی تھی۔ یہ بڑا مالدار تھا، جب کسی سفر سے واپس آتا تو لوگوں کو دعوت دیتا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو بھی دعوت دی۔ آپ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے کھانے سے ہاتھ روک لئے تو عقبہ بن ابی معیط نے کہا کیا بات ہے آپ ہمارا کھانا نہیں کھا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں جب کھانا کھاؤں گا جبکہ تو ایمان قبول کر لے۔ تو پہلے ایمان قبول کریگا تو اس کے بعد کھانا کھاؤں گا۔ عقبہ بن ابی معیط نے سب کے سامنے کلمہ پڑھ لیا۔ آپ ﷺ بہت خوش ہو گئے۔ آپ کی تمنا تھی کہ ایک ایک شخص جہنم سے بچ جائے اس لئے جب بھی موقع ہوتا آپ اسلام کی دعوت پیش فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کھانا کھا کر

تشریف لے گئے۔ عقبہ کا ایک دوست تھا ابی بن خلف، اس کو جب معلوم ہوا کہ عقبہ بن معیط نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو فوراً آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تو نے ایمان قبول کر لیا ہے تو میرا حیرا کوئی تعلق نہیں۔ عقبہ بن ابی معیط نے کہا میں دل سے ایمان نہیں لایا ہوں، زبانی کلمہ پڑھا ہے اور اصل میں بات یہ تھی کہ محمد بن عبد اللہ میرے دسترخوان پر تھے اور آپ نے اپنا ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا تھا، اگر وہ کھائے بغیر ہی چلے جاتے تو میرے دسترخوان کی بے عزتی ہوتی اور بھی بہت سے سردار تھے وہ بھی بغیر کھائے چلے جاتے تو اور زیادہ میری رسوائی ہوتی۔ تو اپنی عزت کی خاطر میں نے کلمہ پڑھ لیا تھا، میں ایمان نہیں لایا ہوں۔

عربوں کی مہمان نوازی

زمانہ اسلام سے پہلے بھی عرب مہمان نواز تھے۔ اس مہمان نوازی پر ایک واقعہ سناتا ہوں۔ عرب میں ایک بازار لگتا تھا جس کا نام تھا "سوق الناقة" یعنی اونٹوں کا بازار۔ اس کا ایک دن مقرر تھا، لوگ اونٹ خریدنے کے لئے وہاں جاتے تھے۔ ایک شخص کو ایک اونٹنی بہت پسند آئی، سواری کے بھی لائق تھی اور دودھ کے بھی قابل تھی۔ مالک نے دام لگایا۔ مثال کے طور پر پانچ ہزار درہم۔ اس نے کم کرنے کے لئے کہا مگر اونٹنی کا مالک کم کرنے پر راضی نہ ہوا۔ نہ شخص یہ کہہ کر واپس آ گیا ضرورت ہوگی تو لیجاؤں گا۔ رات کو دوستوں میں بات چیت ہوئی، اس اونٹنی کا بھی تذکرہ آ گیا۔ اس نے اونٹنی کے اوصاف بتائے اور قیمت بتائی تو دوستوں نے کہا آجکل اونٹوں کے دام بہت تیز ہیں، اتنے دام پر وہ اونٹنی بہت مناسب ہے۔ دوسرے دن یہ شخص اس کی تلاش میں نکلا اور تلاش کرتے کرتے اس شخص کی رہائش کی جگہ پہنچا۔ اس شخص نے انکی خاطر تواضع کی اور کہا کہ پہلے آپ ہماری دعوت کھا لو پھر جو کام ہوگا کر دوں گا۔ خیر اس شخص نے کھانا تیار کیا اور ان کو کھانا کھلایا۔ اس کے بعد اس شخص نے کہا بتلائیے آپ کے تشریف آوری کا کیا مقصد ہے؟ تو اس شخص نے کہا کل میں نے آپ سے آپ کی اونٹنی خریدنے کی بات کی تھی۔ آپ نے پانچ ہزار درہم کہے تھے میں نے کم کرنا چاہا تو آپ نے انکار کیا تھا۔ میں وہی اونٹنی خریدنے کے ارادہ سے حاضر ہوا ہوں۔ مالک نے کہا افسوس! اب تو وہ اونٹنی نہیں رہی۔ اس شخص نے کہا کیوں کیا ہوا؟ وہ کہاں چلی گئی؟ تو مالک

نے کہا آپ میرے گھر تشریف لائے، آپ کی مہمان نوازی کے لئے میرے پاس اس اونٹنی کے سوا دوسرا جانور نہ تھا، صرف وہی اونٹنی تھی اسی کو ذبح کر کے تمہاری مہمان نوازی کی۔ اللہ اکبر! یہ تھے مہمان نواز۔ عجیب اوصاف سے اللہ نے ان کو نوازا تھا۔ آج بھی جو اصل عرب ہیں بڑے مہمان نواز ہیں۔ سنا ہے کہ رمضان المبارک میں افطاری کے وقت عجیب و غریب منظر ہوتا ہے، آپ نے بھی سنا ہوگا اور بہت سوں نے دیکھا بھی ہوگا۔

کاش میں اس کو دوست نہ بناتا

تو عقبہ بن ابی معیط کافر تھا مگر مہمان نواز تھا اس لئے اپنی عزت کی خاطر اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔ تو عقبہ کے دوست ابی بن خلف نے کہا میں تیری بات کا اعتبار نہیں کر سکتا جب تک کہ تو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) آپ ﷺ کے چہرہ پر جا کر تھوک نہ دے۔ تو عقبہ بن ابی معیط گیا اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تھوکا۔ اس گستاخی کی اللہ نے سزا دی کہ غزوہ بدر میں یہ عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف، عتبہ، شیبہ سب قتل ہوئے۔ یہ تو دنیا کی سزا ہوئی اور آخرت میں جب اللہ تعالیٰ جہنم کا فیصلہ کرے گا عقبہ بن ابی معیط کے لئے تو اس وقت یہ ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کہے گا (و یوم یعض الظالم علی یدہ یقول یتیتی اتخذت مع الرسول سبیلاً یوئلتی لیتی لم اتخذ فلاناً خلیلاً) جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول کے ساتھ دین کی راہ پر لگ لیتا اور ہائے میری شامت کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا (لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی) اس کم بخت نے مجھ کو آنے کے بعد اس سے بہکا دیا اور اس نے دولت ایمان سے مجھے ہٹا دیا۔ کاش میں اس کو اپنا دوست نہ بناتا اور رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کی دعوت مجھے دی تھی اور جو ایمان میں نے قبول کیا تھا اس پر قائم رہتا۔

جنت کب ملے گی؟

تو بھائی سچی بات یہ ہے کہ آخرت کا منظر ہمارے سامنے نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے، جنت اور جہنم سب دیکھ کر آئے اور آ کر اپنی امت کو

بتلایا اور ان تمام چیزوں کی خبر دی۔ اب جس نے آپ کی بات کو مانا اور آپ ﷺ کی باتوں پر یقین کیا انشاء اللہ اس کو جنت ملے گی۔ آپ ﷺ کی بات مانے اور ان پر عمل کئے بغیر جنت نہیں مل سکتی۔

ایک کارآمد تمثیل

ایک قافلہ جا رہا تھا سفر کرتے کرتے ایک جنگل سے گذرا، ریگستانی علاقہ تھا، وہاں پڑاؤ ڈالا تو ایک بوڑھے شخص نے ان قافلہ والوں سے کہا کہ دیکھو اس جگہ جہاں تم نے پڑاؤ کیا ہے یہ بہت قیمتی جگہ ہے، یہاں جو پتھر ہیں ان میں ہیرے، جواہرات، الماس، یشب، فیروزہ، عقیق، صدف اور قیمتی قیمتی ہیرے ہیں۔ ابھی رات ہے اور تمہیں نظر نہیں آتے لیکن میرا تجربہ ہے لہذا جو شخص جتنا چاہے ان پتھروں کو اٹھا لے جائے، جب تم آگے بڑھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ان پتھروں میں کوئی لعل ہوگا، کوئی ہیرا ہوگا، کوئی الماس ہوگا، کوئی فیروزہ ہوگا، کوئی یشب ہوگا، کوئی عقیق ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایک بھی تمہارے ہاتھ لگ گیا تو تم مالا مال ہو جاؤ گے۔ اب کچھ لوگوں نے ان کی بات کو مانا اور یہ سمجھا کہ یہ تجربہ کار ہیں، جہاں دیدہ ہیں، جو کچھ کہہ رہے ہیں دیکھ کر اور تجربہ کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے تھیلوں میں اور اپنے بیگ میں پتھر بھر لئے۔ اس کے بالمقابل دوسرے کچھ لوگوں نے کہا بابا کی بات میں کوئی دم نہیں ہے، جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو بس اسی طرح بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے، ہمارے پاس سامان کا بوجھ ہے، ان پتھروں کو اٹھا کر اپنے بوجھ کو کیوں بڑھائیں۔ کچھ دوسرے لوگ بھی ان کی باتوں میں آگئے اور جو پتھر اٹھائے تھے وہ بھی پھینک دیئے۔ اب صبح ہوئی اور سفر شروع ہوا، سورج کی شعائیں ان پر پڑیں، آگے چل کر ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اب جب ان لوگوں نے جنہوں نے اس بوڑھے تجربہ کار اور جہاں دیدہ شخص کی باتوں پر بھروسہ کر کے پتھر اٹھا کر اپنے تھیلے میں بھر لئے تھے، اپنا تھیلہ کھولا اور ان پتھروں پر سورج کی شعائیں پڑیں تو وہ پتھر چمکنے لگے، کوئی قیمتی ہیرا نکلا، کسی کے پاس الماس آیا، کسی کو لعل ملا۔ اب تو وہ خوشی کے مارے نہیں سماتے تھے اور کہہ رہے تھے دیکھو ہم نے ان کی بات پر اعتماد کیا حالانکہ پتھر اٹھانے میں تکلیف تھی، بوجھ زیادہ ہو گیا تھا مگر ہم نے

اس کو برداشت کیا تو اللہ نے اس کا صلہ ہم کو عنایت فرمایا۔ ہم تو مالا مال ہو گئے اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے بابا کی بات کو ٹھکرایا تھا، ان کا مذاق اڑایا تھا، اب وہ پچھتا رہے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوئے ہیں مگر اب پچھتانے سے کیا ہو، وقت نکل چکا ہے، موقع ہاتھ سے جا چکا ہے۔ یہ واقعہ بطور مثال کے عرض کر دیا ہے۔

حضور ﷺ نے جنت دوزخ کا مشاہدہ کر کے بیان فرمایا

بزرگو! اسی طرح سرور کونین تاجدار مدینہ حضور اقدس ﷺ جنت اور دوزخ دیکھ آئے ہیں، جنت کی لازوال اور بے مثال نعمتوں کو دیکھا ہے اور جہنم کا دردناک عذاب بھی دیکھا ہے اور ان تمام باتوں سے اپنی امت کو آگاہ کیا کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ تمہارے تصور میں بھی نہیں آسکتیں۔ وہاں تم کو وہ سب کچھ ملے گا جس کا تمہارا جی چاہے گا (ولکم فیہا ما تشہی انفسکم) اور کہیں ارشاد فرمایا (وفیہا ما تشہیہ الانفس و تلذالا عین و انتم فیہا خالدون) اور وہاں پر وہ چیز جسکی دل خواہش کریں اور جس سے آنکھیں لذت محسوس کرتی ہوں موجود ہوں گی اور تم اس جنت میں ہمیشہ رہو گے۔ اور کہیں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا (فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین) کسی شخص کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیسی کیسی نعمتیں چھپا کر رکھی ہیں، ان کے لئے کیا کیا سامان اپنے خزانہ غیب میں تیار کیا ہے (جزاء بما کانوا یعملون) یہ ان کو ان کے نیک اعمال کا صلہ ملے گا۔

ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں نیک بندوں کے لئے ایسی ایسی نعمتیں تیار کی گئی ہیں کہ ”ملا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر“ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ”جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور کسی کان نے ان نعمتوں کا تذکرہ سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں انکی حقیقت کا خیال بھی نہیں گذرا ہوگا۔

دوستو! دنیا میں رہتے ہوئے انسان وہاں کی نعمتوں کا اندازہ لگا ہی نہیں سکتا، اس کے دل و دماغ سے باہر کی چیز ہے۔ تو ان نعمتوں کے متعلق حضور اقدس ﷺ نے جو کچھ ارشاد

فرمایا بس وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اللہ پاک نے جو کچھ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا وہ ہمارے لئے دلیل ہے۔ اسی پر ہم ایمان لائیں اور قرآن و حدیث کی باتوں کو مانیں۔ لہذا اب جو شخص قرآن و حدیث کی باتوں کو مانے گا اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو کام کرنے کے لئے فرمایا ہے ان کاموں کو کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ قیامت کے دن ہمیں اس کا صلہ ملے گا اور اس وقت اس کو چین و سکون ملے گا اور بے حد فرحان و شاداں ہوگا۔

بزرگو اور دوستو! تو وہ لوگ جنہوں نے اس بوڑھے بابا کی بات مان کر پتھر اٹھائے تھے، مجاہدہ کیا تھا وہ لوگ کامیاب ہو گئے، بعد میں انکو خوشیاں ملیں، یا قوت ملے، لعل و جواہر ملے۔ اسی طرح جس نے اللہ و رسول کی باتوں کو مانا اور ان پر عمل کیا اس کو جنت ملے گی، جنت کی لازوال اور بے مثال نعمتیں ملیں گی اور جس نے دنیا میں اللہ و رسول کی باتوں کو نہیں مانا جیسے کہ عقبہ بن ابی معیط نے رسول کی بات نہیں مانی اور ابی بن خلف کی بات مانی تو قیامت کے دن اپنے ہاتھ کو کاٹے گا۔ میرے دوستو! وہاں کتنا ہی روئے گا، پچھتائے گا، حسرت کریگا مگر کچھ فائدہ نہ ہوگا، آنکھوں کے آنسو ختم ہو جائیں گے، خون بہے گا، پیپ نکلے گی، لیکن وہاں پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔ جو یہاں ڈرا، خوف کیا وہ وہاں خوش ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی توفیق عطا فرمائیں۔ اے اللہ! اپنے حبیب پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ سبحن ربک رب العزۃ سما یصفون۔

وسلام علی المرسلین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

شکر کی حقیقت

(۱)

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين وبارك وسلم تسليماً كثيراً. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ما يفعل الله بعذابكم ان شكرتم و آمنتم و كان الله شاكراً عليماً.

دل کو موم بنادینے والی آیت کریمہ

بزرگو! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا مطالبہ فرمایا ہے اور بڑی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ بھی بڑے عجیب انداز سے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا پوچھنا؟ اگر ہم عربی زبان سے ذرا بھی واقف ہوتے تو یہ آیت دل کو موم بنا دیتی اور رونا آتا کہ ہمارا مہربان رب کیا کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ما يفعل الله بعذابكم ان شكرتم و آمنتم) اگر تم شکر کرو اور ایمان والے بندے بن جاؤ تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ عذاب دینا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد فرمایا (وكان الله شاكراً عليماً)

شکر اور کفر کے معنی

بزرگو! دین کی اہم اور بنیادی باتوں میں سے، اللہ کی نعمتوں پر اللہ پاک کا شکر ادا کرنا بھی ہے۔ شکر کس کو کہتے ہیں؟ تھوڑا سا چارہ کسی جانور کو زیادہ کھلا دیں وہ زیادہ دودھ دینے لگے، یہ ہے شکر۔ ہمارے محاورہ میں یہ معنی لئے جاتے ہیں کہ کوئی بندہ کسی انسان پر کچھ نوازش کر دے، احسان کر دے تو اس کا احسان مانتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں ”آپ کا

شکریہ۔ اس کے مد مقابل جو چیز ہے وہ ہے کفر، اسی لئے ناشکری کو ”کفران نعمت“ کہتے ہیں۔ اب کفر اور کافر کے معنی آپ کی سمجھ میں آجائیں گے۔ کفر کے معنی ہیں ”چھپانا“ اسی لئے کاشکار کو بھی کافر کہتے ہیں کہ وہ دانہ کو زمین میں چھپا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو قرآن مجید کی ”سورة الدهر“ میں بیان فرمایا ہے اور اس سورة کا ایک نام سورہ انسان بھی ہے۔ ارشاد فرمایا: (هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكوراً) اے انسان تجھ پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ تیرا نام و نشان بھی نہ تھا، تیرا تذکرہ بھی نہ تھا۔

انسان کی دو حالتیں

جسم و بدن کی تخلیق سے پہلے انسان مٹی کا قطرہ تھا اور مٹی کا قطرہ خون سے بنا اور خون غذا سے بنا اور غذا سارے عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اس سے قبل انسان کا نام و تذکرہ بھی نہیں تھا۔ (انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبثيه فجعلناه سمياً بصيراً) ہم نے انسان کو ایک ناپاک قطرہ سے بنایا پھر ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (انا هديناه السبيل) پھر ہم نے اس کی رہنمائی کی (اما شاكراً و اما كفوراً) اب آدمی چاہے شکر گزار بندہ بن جائے، چاہے ناشکر ابن جائے اس کے اختیار میں ہے۔

شکر تین طرح کے ہوتے ہیں

شکر تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) دل سے شکر

(۲) زبان سے شکر

(۳) جسم کے اعضاء و جوارح سے، یعنی عمل سے شکر۔

شکر کی نسبت اگر اللہ کی طرف کر دیں تو اللہ کا نام ہے ”الشکور“ اسی سے شکر ہے۔ (وكان الله شاكراً عليماً) بندہ کی طرف شکر کی نسبت کر دیں تو بندہ بھی شاکر ہے (وسنجزى الشاكرين) ہم شاکرین کو بہترین بدلہ دیں گے۔ تو جب شکر کی نسبت اللہ کی

طرف ہو تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو تھوڑے عمل پر بھی بہت زیادہ دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی جس قدر نعمتیں ہیں ان نعمتوں کو اگر ہم دیکھیں تو ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم ان نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں۔

کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے
مزے لوثی ہے زباں کیسے کیسے

شکر کے متعلق حضرت داؤد علیہ السلام کا عجیب اعتراف

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے فرمایا (اعملوا ال داؤد شکراً وقلیل من عبادی الشکور) اے آل داؤد میرا شکر ادا کرو سنو میرے بندوں میں میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ تو حضرت داؤد نے ہتھیار ڈال دیئے کہ یا اللہ! سب نعمتیں آپ ہی نے دی ہیں، اگر میں ان نعمتوں پر شکر ادا کر لے بیٹھوں گا تو اس کی توفیق بھی آپ ہی دیں گے۔ یہ مستقل ایک نعمت ہے اس پر بھی مستقل شکر ضروری ہوگا اور پھر اس توفیق شکر پر مستقل شکر ضروری ہوگا اور پھر یہ سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا۔ یا اللہ! میں کس طرح شکر ادا کروں، میں تو عاجز ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (الان شکر تنی یا داؤد) اے داؤد اب آپ نے شکر ادا کر دیا۔ اس لئے کہ ہتھیار ڈال دیئے اور حق شکر ادا کرنے سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کی نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا نہیں کر سکتا۔ عبدیت یہی ہے کہ ہم اپنے عجز کا اقرار کر کے اللہ پاک کے سامنے یہ عرض کر دیں کہ اے اللہ ہم سے کما حقہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

انسان ایک نعمت کا احصاء نہیں کر سکتا

اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے (وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها ان الانسان لظلوم کفار) اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اگر تم گنا چاہتے ہو تو گن نہیں سکتے۔ اس موقع پر مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ ایک نعمت کے تحت کتنی نعمتیں ہیں انسان اس کا احصاء اور اس کا شمار نہیں کر سکتا۔ مثلاً آپ نے ایک لقمہ منہ میں رکھا، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک نعمت کھائی ہے مگر آپ غور کیجئے یہ

لقمہ کہاں سے آیا۔ یہ اناج ہے، اناج کہاں سے پیدا ہوا؟ زمین اللہ کی نعمت ہے، زمین سے کس طرح اناج پیدا ہوا؟ کس نے پیدا کیا؟ آسمان سے پانی کس نے برسایا؟ سورج کی شعاعیں، چاند کی چاندنی، کسان کی محنت، کھیت سے کاٹا گیا، کھلیان میں لایا گیا، ہوتے ہوتے آپ کے گھر وہ اناج پہنچا، پھر اس کو پکا یا گیا۔ تو دوستو! یہ ایک لقمہ ہے مگر اس کے تحت کتنی نعمتیں ہیں بیشک اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔

سانس عظیم نعمت ہے

آپ سانس لیتے ہیں، حق یہ ہے کہ سانس بھی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ ایک سانس پر اندر کی بدبودار ہوا باہر نکلتی ہے اور باہر کی تازہ خوشگوار ہوا اندر جاتی ہے۔ تو ایک سانس پر دو شکر ادا کرنا واجب ہے لیکن بندہ کا خیال بھی نہیں جاتا کہ یہ نعمت ہے اور مجھے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ مولانا ابرار احمد دھلوی فرماتے تھے کہ انسان کو آدم زاد بھی کہتے ہیں درمیان میں سے دم نکالو آزاد ہے۔ یہ سانس انسان کے لئے کس قدر ضروری ہے، اس کے بغیر انسان کی زندگی باقی نہیں رہ سکتی مگر دیکھو اللہ پاک نے اسے کتنا آسان کر دیا۔ نہ اس کے لئے انسان کو محنت کرنا پڑتی ہے، نہ اس کا کوئی بل ادا کرنا پڑتا ہے، بیداری اور سونے کی حالت میں بھی انسان سانس لیتا ہے، چلتے پھرتے ہر وقت بے اختیار سانس لیتا ہے۔ تو علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ چوبیس گھنٹے میں انسان کم و بیش چوبیس ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب! میں اتنی نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں پھر بھی میرے یہاں کڑکی ہے، تنگی ہے، تکلیف ہے، اللہ نے مجھے نعمت نہیں دی ہے۔ ارے اللہ کے بندے تو غور کر، اللہ نے تجھے کس قدر نعمتیں دے رکھی ہیں۔ یہ جو تو سانس آسانی سے لے رہا ہے، کوئی تکلیف نہیں ہے، کیا یہ نعمت نہیں ہے؟ جاؤ ان لوگوں کو دیکھو جو دمہ کے مریض ہیں، ان کو جب دورہ پڑتا ہے تو صرف سانس لینے میں ان کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ اس وقت انسان کو اس نعمت کی قدر ہوتی ہے۔ تو دوستو! ہم ہر لمحہ اللہ کی نعمتوں کو استعمال کر رہے ہیں، اس کا ہمیں احساس کرنا چاہیے اور ہمیں ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہے

ایک صحابیؓ کی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے سورہ اخلاص یاد ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس سے بھی بڑھ کر کوئی نعمت ہے۔

بادشاہت کی قیمت

ہمارے بزرگ مولانا سید ابرار احمد دہلویؒ ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔ کسی زمانہ میں کسی ملک کا ایک بادشاہ تھا اس کے پیٹ میں درد ہوا، بادشاہ لوگ علاج معالجہ میں بہت خرچ کرتے ہیں، کچھ ان کے خدام اور چچے بھی ہوتے ہیں وہ اور تکلفات کرتے ہیں جیسا کہ ایک نواب صاحب نے زور سے ریح خارج کی تو درباری خوشامدی لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ نواب صاحب کو صحت عطا فرمائے حالانکہ یہ بے ادبی ہے مگر اس پر دعا دیتے تھے اور دوسری جانب بیچارہ غریب آدمی مرجائے اور اس کی روح نکل جائے تو دعا ہے نہ علاج۔ بقول حضرت تھانوی قدس سرہ کہ بادشاہ کی تو ریح کی بھی قدر ہے اور بے چارہ غریب کی روح کی بھی قدر نہیں۔ تو بادشاہ صاحب تھے ان کے پیٹ میں درد ہوا اور ریح بند ہو گئی جس کی وجہ سے بڑی بے چینی اور تکلیف میں مبتلا تھے۔ علاج و معالجہ بہت کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا خزانہ کا منہ کھول دو اگر میں مر گیا اور روح نکل گئی اور ریح خارج نہیں ہوئی تو کیا فائدہ؟ اس درمیان ایک اللہ والے بھی پہنچ گئے، انہوں نے کہا میرے پاس اس کا علاج ہے لیکن میری دوا بہت مہنگی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا قیمت ہے؟ کہا اپنی بادشاہت مجھے دیدو۔ بادشاہ نے سوچا صحت بھلی، بادشاہت بھلی نہیں، صحت نہیں تو بادشاہت کس کام کی۔ تو بادشاہ نے وعدہ کر لیا کہ تم کو بادشاہت دیدوں گا۔ اللہ والے نے ایک گولی دی اور اس کے ساتھ اللہ پاک سے دعا بھی کی۔ ادھر دوا دی، ادھر دعا کی۔ ان کی دعا کی برکت سے بادشاہ کو کچھ راحت ہوئی، ڈکاریں آئیں، پیٹ کچھ ہلکا ہوا، کچھ راحت محسوس ہوئی۔ بادشاہ نے اللہ والے کو بلوایا اور کہا حسب وعدہ بادشاہت لے لو۔ اللہ والے

نے کہا بادشاہت تمہیں مبارک ہو، میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ تیری بادشاہت کی قیمت ایک گندی ریح کے برابر ہے۔ اللہ والے بھی عجیب انداز سے بادشاہوں اور مالداروں کے دماغ ٹھیک کرتے ہیں۔ ان کا انداز اصلاح بھی بڑا موثر اور نرالا ہوتا ہے۔ ہر ایک سے اس کے حال کے موافق فرماتے ہیں۔ بادشاہ کا دماغ ٹھیک ہو گیا اور اپنی بادشاہت کی حقیقت سامنے آ گئی۔

اگر پیشاب بند ہو جائے.....؟

میرے دوستو! اگر آدمی ایک گلاس پانی پئے اور اس کے نکلنے کا راستہ اللہ پاک بند کر دے تو اللہ کے سوا کون ہے جو کھول سکتا ہے؟ دوا میں تاثیر کون پیدا کرتا ہے؟ اگر آپریشن کرایا جائے تو وہ کون ہے جو آپریشن کامیاب کرتا ہے؟ جو سمجھدار ڈاکٹر ہوتے ہیں اور جن کی نگاہ اللہ پر ہوتی ہے وہ آپریشن سے پہلے کہتے بھی ہیں کہ اللہ سے دعا کرو، اللہ آپریشن کامیاب کرے، ہمارا کام صرف آپریشن کرنا ہے، کامیابی تو اللہ پاک دیتے ہیں۔

یہ بھی عظیم نعمت ہے

ایک اللہ والے تھے ان کے پاس ایک شخص گیا اور ان کی خدمت میں لگ گیا، جب وہ رخصت ہونے لگا تو کہا حضرت! دعا کر دیجئے۔ انہوں نے کہا اللہ تمہیں دنیا و آخرت کی عافیت عطا فرمائے۔ اس کے دماغ میں یہ بات نہ آئی، اللہ والے سمجھ گئے کہ یہ میری بات نہیں سمجھا ہے۔ فرمایا۔ میاں! دنیا کی عافیت یہ ہے کہ وقت پر کھانا مل جائے اور کھانا ہضم ہو کر آسانی سے قضاء حاجت ہو جائے اس لئے کہ اگر قضاء حاجت نہ ہو تو انسان موت کے منہ تک پہنچ جاتا ہے اور وقت پر کھانا نہ ملے تو بھیک مانگنا پڑے، بھیک مانگنے کی عادت پڑے گی تو حریص بن جائیگا، پھر بھیک مانگتا پھرے گا، کتنے اس قسم کے فقیر گذرے ہیں کہ جب وہ مرے ہیں تو ان گدڑی میں سے ہزاروں روپے نکلے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے بلا ضرورت سوال کیا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا، بس ہڈیاں ہوں گی اور گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی اور تمام لوگ اسے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ دنیا میں لوگوں سے سوال کر کے بھیک مانگ کر اپنی عزت کھوتا تھا، اپنی

آبرو کی لاج نہ رکھتا تھا تو آج سب کے سامنے ذلیل ہو رہا ہے اور چہرہ بے آب ہو رہا ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ بہر حال وقت پر کھانا مل جائے اور پھر وہ ہضم ہو کر خارج ہو جائے یہ کیا کم نعمت ہے.....؟

شکر کا بڑا مقام ہے

میرے دوستو! شکر کا دین میں بہت اہم مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ میں نے شکر اور کفر کے لغوی معنی بتائے، اس کو ذہن میں رکھیں، دونوں مد مقابل ہیں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضی لعبادہ الکفر وان تشکروا یرضہ لکم“ اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں، تمہارے کفر سے اس کو کوئی ضرر نہیں (مگر یہ بات مسلم ہے کہ) وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا ”وان تشکروا“ اور اگر تم شکر کرو گے جس کا فردا عظیم ایمان ہے تو چونکہ اس میں تمہارا نفع ہے اس لئے شکر کو وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔ (سورہ زمر)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”بل اللہ فاعبد وکن من الشاکرین“ بلکہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ اللہ پاک خود حکم فرما رہے ہیں کہ شاکرین میں سے ہو جاؤ تو اللہ کے یہاں شکر کا کیا مقام ہے۔

شیطان کا حربہ

شیطان کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ انسان کو ناشکر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ شیطان نے کہا تھا (ثم لا ینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ايمانہم وعن شمالہم ولا تجد اکثرہم شاکرین) پھر میں ان پر حملہ کروں گا، ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کے دائیں جانب سے بھی اور ان کے بائیں جانب سے بھی غرض کہ چاروں طرف سے ان کو صراط مستقیم سے ہٹانے اور ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ (ولا تجد اکثرہم شاکرین) اور تو ان میں سے اکثر کو شکر کرنے والا نہیں پائیگا۔ (سورہ اعراف)

شکر پر اللہ کا وعدہ اور ناشکری پر وعید

شکر تین طرح کا ہے۔ دل سے شکر، زبان سے شکر، اعضاء و جوارح سے شکر۔ جیسی نعمت ویسا شکر اور اللہ تعالیٰ شکر کرنے والے کی قدر کرتا ہے اور شکر کا بدلہ بہت عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے (لئن شکرتن لا زیدنکم ولن کفرتم ان عذابی لشدید) اے میرے بندو! اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو نعمت زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

آیت کریمہ میں غور کیجئے (لئن شکرتن لا زیدنکم) اس میں تاکید در تاکید ہے، لام تاکید کا ہے اور نون بھی تاکید کے لئے ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میری نعمتوں کا شکر ادا کیا کہ ان کو میری نافرمانیوں اور ناجائز کاموں میں خرچ نہ کیا اور اپنے اعمال و افعال کو میری مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش کی اور اس میں لگا رہا، مجاہدہ کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں ان نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور ان کو زیادہ کروں گا۔ یہ زیادتی اور اضافہ نعمتوں کی مقدار میں بھی ہو سکتی ہے اور ان کے بقاء اور دوام میں بھی۔ تو نعمتوں پر شکر کرنے میں انشاء اللہ وہ نعمت بھی باقی رہے گی اور اللہ پاک کی طرف سے اس میں زیادتی بھی ہوتی رہے گی۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو شکر ادا کرنے کی توفیق ہوگئی وہ کبھی نعمتوں میں برکت اور زیادتی سے محروم نہ ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا (ولئن کفرتم ان عذابی لشدید) اگر تم نے میری نعمتوں کی ناشکری کی تو یاد رکھو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ ناشکری کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی اور ناجائز کاموں میں خرچ کرنا، نہ زبان سے شکر ہو نہ اعمال و جوارح سے بلکہ نعمتوں سے غلط کام کر رہا ہے تو اس پر اللہ کی طرف سے سخت وعید ہے۔ کفر ان نعمت کا عذاب شدید دنیا میں بھی ہو سکتا ہے کہ نعمت سلب ہو جائے یا ایسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے کہ نعمت کا فائدہ نہ اٹھا سکے اور آخرت میں بھی عذاب میں گرفتار ہو۔ معلوم ہوا کہ شکر گزاری بندہ کی طرف سے اللہ پاک کو بے حد پسند ہے اور جن جن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا صحیح طریقہ پر اور صحیح جگہ پر اور اللہ پاک کے حکم کے مطابق نعمتوں کو استعمال کیا تو اللہ نے ان کو بہت دیا اور ہر طرح سے نوازا۔

نعمتوں کی ناشکری پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ

اسی لئے اللہ نے ناشکری کرنے والوں کی شکایت کی اور ان کی ایک مثال بیان کی (وضرب اللہ مثلاً قرية كانت امنة مطمئنة ياتيها رزقها رغداً من كل مكان فكفرت بانعم الله) اللہ نے مثال بیان کی ایک بستی کی، یعنی بستی والوں کی حالت عجیبہ کی کہ وہ بڑے امن و اطمینان میں رہتے تھے اور با فراغت ان کو رزق ملتا تھا ان کے کھانے پینے کی چیزیں چاروں طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں۔ مگر یہ بستی والے ایمان نہیں لائے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا (فكفرت بانعم الله) انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی، کفر و شرک میں مبتلا رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی (فاذاقها الله لباس الجوع) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک کا لباس پہنا دیا۔ اکثر حضرات کے نزدیک بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ چنانچہ وہ لوگ ایک شدید قحط میں مبتلا ہوئے جو تقریباً سات سال تک رہا، دانہ دانہ کے محتاج ہو گئے، مردار اور کتے اور غلاظت کھانے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں کا خوف بھی ان پر مسلط ہو گیا، پھر مکہ کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کفر اور نافرمانی کے قصور وار تو ہم کفار ہیں بے زبان جانور اور بچے تو بے قصور ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مدینہ منورہ سے کھانے وغیرہ کا سامان بھجوایا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں اگرچہ یہ بات ایک خاص بستی کے متعلق ہے لیکن قیامت تک کی ہر بستی اور ہر انسان کے لئے یہی حکم ہوگا کہ جو بھی اللہ کی اطاعت کرے گا اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریگا اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ عطا کریگا اور جو ناشکری کریگا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں مبتلا کریگا۔ اگر دنیا میں نہیں کیا تو آخرت میں تو اس کو عذاب ہوگا ہی۔

قوم سبا کا عبرتناک واقعہ

قوم سبا کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا (لقد كان لسبافي مسكنهم آية جنتان عن يمين وشمال) قوم سبا کے لئے ان کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں، دائیں اور بائیں باغ کی قطاریں تھیں ایسی باغ و بہار تھی کہ پھلوں کے موسم میں جب کوئی سر پر ٹوکرا لیکر باغ سے

گزرتا تھا تو ٹوکرا پھلوں سے بھر جاتا تھا (كلوا من رزق ربكم واشكروا له) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے رب کا رزق کھاؤ اور شکر ادا کرو (بلدة طيبة و رب غفور) عمدہ شہر ہے اور بخشنے والا پروردگار۔ یہ کہہ کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ عیش اور آرام اور راحت صرف دنیا کی زندگی تک نہیں بلکہ اگر تم شکر گزاری پر قائم رہے تو آخرت میں اس سے بڑی اور دائمی نعمتوں کا وعدہ ہے کیونکہ جس ذات نے تم کو یہ نعمتیں عطا کی ہیں وہ بڑا معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا بھی ہے۔ اگر کبھی اتفاقی طور پر شکر گزاری میں کمی یا غفلت ہو گئی تو اس کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیگا۔ لہذا اب ایسا رحیم و کریم رب تم کو ملا ہوا ہے تو اس پر مزید شکر گزاری کرو اور اپنے رب کی اطاعت و عبادت اور شکر گزاری میں لگے رہو۔ (فاعرضوا فارسنا عليهم سيل العرم) ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی قدر کرتے اور اپنے رب کی اطاعت اور شکر گزاری میں مصروف رہتے اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دی، اللہ کے احکام سے سرکشی اور روگردانی کرنے لگے تو ہم نے ان پر سيل عرم چھوڑ دیا۔

عرم کے کئی معنی آتے ہیں۔ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس جگہ ”عرم“ کے معنی ”سد“ یعنی بند کے بیان فرمائے ہیں جس کو آجکل ڈیم کہتے ہیں۔ قوم سبا جس شہر میں آباد تھی اس کا نام ”مارب“ ہے۔ یہاں ان لوگوں نے سیلاب سے بچنے کے لئے ایک زبردست ڈیم بنایا تھا۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ تھا کہ سیلاب سے حفاظت رہتی تھی اور دوسرا یہ کہ ڈیم میں پانی کا ذخیرہ جمع رہتا تھا اس سے اپنے باغات کو سیراب کیا کرتے تھے مگر جب ان لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کی تو اسی ڈیم کو اللہ تعالیٰ نے آفت و مصیبت بنا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر مفسرین نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اس پانی کے عظیم الشان بند پر اندھے چوہے مسلط کر دیئے جنہوں نے اس کی بنیاد کو کھوکھلا اور کمزور کر دیا۔ جب بارش اور سیلاب کا وقت آیا تو پانی کے دباؤ نے اس کمزور اور کھوکھلی بنیاد کو توڑ کر رکھ دیا اور اس بند کا پانی پوری وادی میں پھیل گیا، تمام مکانات منہدم اور درخت اکھڑ گئے۔ نافرمانی اور ناشکری میں ان کا جو انجام ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا (وبدلنهم بجننتهم جنتين ذواتی اكل خمط و

اثل و شنی من سدر قلیل) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے قیمتی پھلوں اور میوں کے درخت کے بدلہ میں ایسے درخت اگادیے جن کے پھل بد مزہ اور خراب تھے اور قدرے قلیل پیری مگر وہ بھی جنگلی پیری خود رو جس پر کانٹے زیادہ اور پھل کم وہ بھی بد مزہ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ذلک جزیناھم بما کفروا) یہ سزا ہم نے ان کو اس لئے دی ہے کہ انہوں نے کفر کیا۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا تھا کہ کفر کے معنی ناشکری کے بھی آتے ہیں اور دین حق سے انکار کے بھی آتے ہیں۔ یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے ناشکری بھی کی تھی اور اللہ کے دین کی تکذیب بھی اور انکار بھی۔ (وہل نجازی الا الکفور) اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس ہی کو دیا کرتے ہیں، ورنہ معمولی خطا اور معمولی غلطیوں کو تو ہم معاف کر دیتے ہیں۔

ہر موقع کی دعا کا اہتمام بھی شکر ہے

تو بات یہ چل رہی تھی کہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے، دل سے بھی ہوتا ہے اور عمل سے بھی۔ اب شکر کو دوسرا نام دیدو ”حمد“۔ اللہ کی جیسی نعمت ملے اس پر اللہ کی حمد کرنا۔ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کھانا کھایا اس طرح کہ شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور آخر میں الحمد للہ کہا ”غفرلہ ما تقدم من ذنبہ“ تو اس کھانے کے عمل میں بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ شاکل ترمذی اٹھا کر دیکھو، ہر آن اور ہر وقت کی دعا اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے بتلائی۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ و علیٰ برکۃ اللہ، اور کھانا کھا کر الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین (اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا) اور ایک جگہ فرمایا: الحمد للہ الذی ہو اشبعنا و اروانا و انعم علینا و افضل، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے یہ دعا پڑھ لی قیامت کے دن اس کھانے کا حساب نہیں لیا جائیگا۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا پانی پیو تو بسم اللہ پڑھو اور پی چکو تو الحمد للہ کہو اور ایک مستقل دعا بھی ہے ”الحمد للہ الذی سقانا عذبا فرانا برحمۃ و لم یجعلہ ملحا اجابذنبونا“ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنی رحمت سے میٹھا پانی پلایا اور میرے گناہوں کی وجہ سے اس پانی کو تلخ اور کڑوا نہیں بنایا۔ فرعونوں پر کھانا پانی ان کے گناہوں کی پاداش میں خون بن جاتا تھا تو جو شخص ہر موقع کی دعاؤں کا اہتمام کرتا

ہے وہ بھی مقام شکر پر ہوتا ہے اور (وکان اللہ شاکراً علیما) اللہ تعالیٰ بڑا قدر شناس اور سب کا حال جاننے والا ہے وہ شکر کی جزا دیگا۔

مغفرت کا ایک واقعہ

امام رازیؒ نے فرمایا ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا گذری۔ انہوں نے کہا اللہ نے کرم فرمایا، ایک عمل اللہ کو بہت پسند آیا۔ ایک دن میں ایک شخص کے جنازے میں گیا، اس کی قبر پر مٹی بھر کر ڈالی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے وہ عمل میری رضا کے لئے کیا تھا، جا اس پر ہم نے تیری مغفرت فرمادی۔ سبحان اللہ! اللہ کی رحمت کیسی وسیع ہے۔ صحیح ہے کسی نے جو کہا ہے:

رحمت حق بہانہ می جوید بہانمی جوید

اللہ کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈتی ہے، نوازنے کے لئے کوئی بھی بہانہ مل جائے اللہ پاک اس بہانے اپنی بے پناہ رحمتوں سے نواز دیتے ہیں۔ نوازنے کے لئے بہت سارے اعمال ضروری نہیں ہیں۔

شکر پر زیادتی، ایک واقعہ

میرے عزیز دوستو! خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی نعمتوں کو زیادہ کریں گے اور اگر ناشکری کریں گے تو اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک سائل آیا اور حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا تو حضور ﷺ نے ایک درہم دیا۔ اس نے کہا مجھے یہ ایک درہم نہیں چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ کی مرضی۔ وہ چلا گیا، تھوڑی دیر میں دوسرا سائل آیا اس نے سوال کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے وہ ایک درہم اس سائل کو دیدیا۔ اس نے کہا الحمد للہ (اللہ تیرا شکر ہے) کہ حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک سے مجھے اتنا مل گیا جو کافی ہے۔ حضور اقدس ﷺ خوش ہو گئے اور فرمایا وہ چالیس درہم بھی اس کو دیدو جو گھر میں ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔ (لنن شکرتم لازیدنکم) وہ بالکل سچ ہے۔

”الحمد لله“ کلمہ شکر بھی ہے اور کلمہ دعا بھی ہے

بزرگ و دوستو! ابھی احقر نے کہا الحمد لله کہنا شکر بھی ہے۔ امام ابن جریر نے اسے کلمہ شکر پر محمول کیا ہے۔ گویا حمد شکر کا معنی بھی دیتا ہے۔ لہذا یہ شکر کا کلمہ بھی ہے اور الحمد لله، یہ کلمہ دعا بھی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد عالی ہے ”افضل الذکر لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد لله“ یعنی سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے اور تمام دعاؤں میں افضل دعا الحمد لله ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے ”الحمد لله تملأ المیزان“ یعنی الحمد لله کہنے پر اللہ تعالیٰ کا میزان پُر ہو جاتا ہے۔

نیز یہ بھی وارد ہے کہ سبحان اللہ الحمد لله ملا کر پڑھنے سے زمین و آسمانوں کی درمیانی فضا نیکیوں سے پُر ہو جاتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ مومن ہمیشہ یہی کہتا ہے ”الحمد لله علی کل حال و اعوذ باللہ من حال اهل النار“ اے اللہ ہر حال میں آپ کی حمد و ثنا ہے اور اے اللہ میں آپ کی دوزخ والوں کے حال سے پناہ چاہتا ہوں، آپ مجھے دوزخ سے پناہ دیجئے، دوزخ اور دوزخ کے عذاب سے نجات عطا فرما دیجئے۔ تو مومن کی شان یہی ہونا چاہیے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی حمد کرے، اللہ کا شکر کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم دل سے بھی اللہ کا شکر ادا کریں، زبان سے بھی اللہ کا شکر ادا کریں، اعضاء اور جوارح سے بھی ہم اللہ کا شکر ادا کریں۔ اے اللہ! ہمیں شکر گزار بندوں میں شامل فرما اور جب تک زندہ رکھے ایمان پر زندگی عطا فرما اور جب ہمارا خاتمہ ہو تو اے اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنے وقت موعود پر حسن خاتمہ نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

شکر کی حقیقت

(۲)

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی الہ وصحبہ الجمعین وبارک وسلم تسليماً كثيراً. اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون بنا وجعل لکم السمع والابصار والا فندة لکم تشکرون.

شکر دین کی بنیاد ہے:

بزرگان محترم! گزشتہ کل میں نے شکر اور اس کی حقیقت کو بیان کیا تھا۔ اگر آپ حضرات کو میری باتیں یاد ہوں تو کل میں نے کہا تھا کہ شکر تین قسم پر ہے۔ ایک زبان سے، ایک قلب سے اور ایک عمل سے۔ اور کل یہ بھی کہا تھا کہ شکر وہ نعمت ہے جو کہ دین کی اصل اور بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں بار بار اس کے متعلق تذکرہ آیا ہے۔ شکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی قدر و ردائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو شاکرین میں بنادے۔

قلب کا شکر:

قلب کا شکر یہ ہے کہ منعم حقیقی کی نعمتوں کا اعتراف کرے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ انسان ان نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔ بقول ہمارے حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ کے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے سب سے پہلے خلیفہ ہیں، ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ بڑا کام انہوں نے کیا ہے۔ ان کا جملہ مجھے یاد آتا ہے۔ فرماتے ہیں اگر بڑی بڑی نعمتوں کو ہم گنیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا جو

بہت عظیم نعمت ہے، جانور نہیں بنایا۔ اس کے بعد فرمایا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کی دولت سے نواز اور بغیر مانگے اور طلب کئے ہوئے حضور ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔

حضور ﷺ کی امت کا مقام:

تو حضور ﷺ کی امت میں ہونا یہ بھی بہت بڑا شرف ہے اور بہت عظیم نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ حضور ﷺ کے امتی کا مقام کیا ہے؟ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر تمام نبیوں کی امت کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور ایک طرف حضور ﷺ کے ایک امتی کو رکھا جائے تو حضور ﷺ علیہ وسلم کی امت کا مقام ان تمام امتوں سے اونچا ہوگا۔

اس امت کی صفات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا:

نبیوں نے اس امت میں ہونے کی تمنا کی تھی۔ تفسیر ابن کثیر اٹھا کر دیکھو، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمنا کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے۔ جب اللہ عز وجل جلال میں ہوتے تو کلام نہیں کرتے تھے اور جب جمال میں ہوتے تھے تو آپ اللہ رب العزت سے کلام کرتے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت سے کلام کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے ایک ایسی امت پیدا کی ہے جو سب سے آخر میں آئے گی اور سب سے پہلے جنت میں جائے گی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! کیا وہ میری امت ہوگی؟ فرمایا نہیں، وہ میرے محبوب احمد ﷺ کی امت ہوگی۔ اور فرمایا میں نے ایک امت پیدا کی ہے جو وہ بلندی پر چڑھے گی تو اللہ اکبر کہے گی اور جب پستی کی طرف چلے گی تو سبحان اللہ کہے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا رب! کیا وہ میری امت ہوگی؟ فرمایا نہیں، وہ میرے محبوب احمد ﷺ کی امت ہوگی۔ فرمایا اگر وہ ایک نیکی کرے

گی تو کم از کم دس نیکیاں میں دوں گا اور ایک برائی کرے گی تو ایک برائی کا بدلہ ایک ہوگا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا رب! کیا وہ میری امت ہوگی؟ فرمایا نہیں، وہ احمد ﷺ کی امت ہے۔ غرض بہت سی صفات اس امت کی بیان کیں یہاں تک کہ یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ اپنے نیچے کے حصہ میں تہہ بند باندھے گی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے باری تعالیٰ! مجھے اس امت کا نبی بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے اس امت کا نبی منتخب کر لیا ہے۔ اگر میں ان کو پیدا نہ کرتا تو نہ جنت بناتا، نہ جہنم کو اور نا ہی تم کو پیدا کرتا۔ اندازہ لگائیے حضور ﷺ کی امت کا کیا مقام ہے۔ کاش اللہ تعالیٰ ہمارے اندر اس نعمت کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا فرمادیں۔ قیامت کے دن پتہ چلے گا، ان کے کتنے اعمال ہوں گے، کتنی نیکیاں اس امت کی ہوں گی۔ آج ہمیں اس کا احساس نہیں۔ انشاء اللہ قیامت میں اس کا احساس ہوگا۔ اللہ پاک اپنے فضل سے امت کا مقام ہمیں عطا فرمائیں۔

ایک انسان اور ایک مسلمان کا مقام:

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے ہمیں اولاً انسان بنایا۔ یہ کتنی عظیم نعمت ہے۔ اگر اس کائنات کے سارے جمادات اور سارے نباتات اور سارے حیوانات کو جمع کر کے ان کے مجموعہ سے ایک انسان بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ تو انسان کی قیمت کتنی ہوئی؟ اور انسان ہونا بھی کتنی بڑی نعمت ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا۔ اس کے ساتھ اللہ رب العزت نے یہ کرم کیا کہ ہمیں مسلمان بنایا اور حضور ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔ مسلمان ہونا یہ بھی اتنی عظیم نعمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے وہ تمام انسان جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ سب جمع کر دیئے جائیں تو وہ سب ملکر بھی ایک مسلمان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔

ابھی تراویح کی نماز میں آیت پڑھی۔ ان الذین کفروا لو ان لهم مافی الارض جمیعاً ومثلہ معه لیفتدوا بہ عذاب یوم القیامہ ماتقبل منهم ولهم عذاب الیم یعنی جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہو کہ وہ کافر یہ سب مال و دولت روز قیامت کے عذاب سے بچنے کیلئے فدیہ میں دینا چاہیں تب

بھی وہ انکی طرف سے قبول نہیں کیا جائیگا اور انھیں دردناک عذاب ہو کر رہیگا (پارہ ۲ سورہ المائدہ) ایک حدیث میں ہے، اللہ تعالیٰ ایک کافر سے فرمائیں گے کہ زمین بھر کر سونا اگر تیرے پاس ہو اور تو فدیہ میں دے کر چھٹنا چاہے تو تو دیگا کافر کہے گا بڑا ستا سودا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! میں نے تجھ سے اس سے آسان چیز مانگی تھی کہ تو ایمان لے آ لیکن تو نے شرک کیا۔

تو مسلمان ہونا بڑی نعمت ہے۔ کاش ہمیں اس کی قدر ہوتی۔ کوئی ہم سے پوچھتا ہے کیا حال ہے؟ تو ہم سب نعمتیں گناتے ہیں کہ بچوں کی شادی ہو گئی، کاروبار الحمد للہ خوب اچھا چلتا ہے، صحبت بہت اچھی ہے، مکان بہت اچھا ہے، گاڑی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ ان نعمتوں کے گناتے وقت ہماری زبان پر یہ بھی آنا چاہیے بلکہ سب سے پہلے کہ الحمد للہ، اللہ رب العزت نے ہمیں مسلمان بنایا، ہمیں ایمان عطا فرمایا، دین سے وابستہ فرمایا، ہم کو نماز عطا فرمائی، مسجد میں بلایا۔ ان چیزوں کو بھی ہم اللہ پاک کی نعمتیں سمجھا کریں اور اس کا دل میں استحضار رکھنے کی کوشش کریں۔ اللہ پاک ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرماویں، آمین۔

ایمان کی قدر و قیمت:

تو سچ یہ ہے کہ مسلمان ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ کل قیامت کے دن انشاء اللہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے مسلمان کی بخشش اور نجات ہو جائے گی لیکن کافروں کو نجات نہیں ملے گی۔ میں آپ کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دوں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (جن کی تقریباً ایک ہزار کتابیں ہیں، ہر فن میں کتاب لکھی ہے) حضرت تھانویؒ کی خدمت میں کچھ دیہاتی آئے، انہیں ادب تو آتا نہیں مجلس میں پوچھتے ”اشرف علی کہاں ہے؟“ مولانا فرماتے ”میں اشرف علی ہوں“ مجلس میں بیٹھ جاتے، قرآن کی تفسیر ہوتی مگر ان کی سمجھ میں نہ آتی۔ باہر نکل کر ایک دوسرے سے پوچھتے بوڑھے میاں نے کیا فرمایا، کچھ سمجھ میں نہیں آیا، باہر بیٹھ کر حقہ پی پی کر دھواں اڑاتے۔ حضرت تھانویؒ ان کو دیکھ کر فرماتے میری تقریر ان کی سمجھ نہیں آتی لیکن یہ لوگ انشاء اللہ جنت میں ضرور جائیں گے، ان کے دل میں ایمان ہے۔

ایک مسلمان ہفت اقلیم کے بادشاہ سے بہتر ہے:

ہمارے ایک استاذ حضرت مولانا سید غلام رسول بوری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے ایک مسلمان جو فقیر ہے، جس کے پاس دنیا میں کچھ نہیں، لوگ اس کو حقیر سمجھتے ہیں، کافر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ دنیا کے اس ہفت اقلیم کے بادشاہ سے بہتر ہے جو کافر ہے۔ اس غریب مسلمان کے دل میں ایمان ہے اور وہ کافر اس ایمان سے محروم ہے۔ یہاں دنیا میں تو اس کا احساس نہیں مگر قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ ان دونوں میں کون بہتر تھا۔

دوستو! ایمان کی قدر کرو، اللہ تعالیٰ کا دل سے شکر ادا کرتے رہا کرو کہ اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے اتنی عظیم الشان دولت سے ہم کو نوازا ہے ”الحمد لله على نعمة الایمان من اعماق قلوبنا“ اللہ پاک سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایمان کی دولت عطا فرمائی، حضور اکرم ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا، اپنے فضل سے حسن خاتمہ عطا فرمائے اور ایمان پر ثابت قدم رکھے ”فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیناتنا ودفنا مع الابرار۔ اللهم امین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ وآلہ وصحبہ وسلم اللہ پاک ہمیں دل سے قدر نصیب فرمائیں۔

ہم اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرتے رہیں:

اس کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ نے فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے امتی ایک طرف اور اس نبی ﷺ کی امت ایک طرف، تو اس نبی ﷺ کا امتی بڑھ جائے گا۔ تو حضور اکرم ﷺ کی امت میں ہونا بھی کتنی بڑی نعمت ہے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ دل سے ہم منعم حقیقی کی اس نعمت کا اعتراف کریں کہ اے اللہ! آپ نے ہمیں انسان بنایا، مسلمان بنایا اور امت محمدیہ (ﷺ) میں پیدا فرمایا لہذا میں نے جو آیت تلاوت کی ہے اس میں روحانی نعمتوں کا ذکر ہے۔

جسمانی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑا حسین و جمیل اور خوبصورت جسم

دیا ہے۔ ایسا جسم اللہ نے کسی مخلوق کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہم نے بہترین سانچے میں انسان کو ڈھالا ہے۔

احسن تقویم میں انسان کو پیدا کیا، اس کا بھی شکر ادا کریں:

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس جسم میں کیسی کیسی نعمتیں رکھی ہیں۔ بقول قاری محمد طیبؒ کے، آپ فرماتے ہیں پورا عالم ”عالم اکبر“ ہے اور انسان ”عالم اصغر“ ہے۔ اگر غور کرو تو پورے عالم کی ایک چیز انسان کے اندر موجود ہے۔ یہ انسان پورے عالم کا ایک نمونہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کتنا حسین جسم دیا، جسم کو کتنے اچھے انداز میں بنایا، کان دیئے، آنکھ دی، بولنے کے لئے زبان دی، علم حاصل کرنے کے جتنے آلے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں فٹ کر دیئے۔ انسان علم حاصل کرتا ہے، دیکھ کر، سن کر، چکھ کر، چھو کر، سونگھ کر، یہ سب چیزیں اللہ نے انسان کو عطا فرمائیں۔ اس کے ساتھ انسان کو عقل اور سمجھ عطا فرمائی۔ دماغ عنایت فرمایا۔ انسان کا دماغ (برین) کتنا عجیب ہے۔ آج انسان کمپیوٹر کی مشین و ایجاد پر حیران ہے۔ مگر خود انسان کے دماغ کو دیکھو کیسا عجیب و غریب کمپیوٹر ہے۔ کتنی چیزیں اس کے اندر محفوظ ہیں۔ انسان اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واللہ اخر جکم من بطون امہاتکم اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا لاتعلمون شینام کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ پھر علم حاصل کرنے کے لئے تم کو کیا دیا؟ وجعل لکم السمع والابصار والافندۃ تین بڑی قوتوں کا تذکرہ کیا۔ کان دیئے، آنکھ دی، دھڑکنے والا دل دیا۔ اب اس کے ذریعہ سے فائدہ حاصل کرو دنیا کی چیزوں کا۔ اگر آنکھ نہ دیتا تو انسان کیسا مجبور ہوتا، اگر زبان نہ دیتا چکھنے اور بولنے کے لئے تو کیا حال ہوتا۔ لیکن الحمد للہ، اللہ پاک نے اعضاء کی سلامتی عطا فرمائی ہے یہ سب نعمتیں دی ہیں لعلکم تشکرون تاکہ تم ان احسان کا شکر بجالاؤ۔ اور کہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ولقد مکناکم فی الارض وجعلنا لکم فیہا معایش قلیلاً ماتشکرون ہم نے تم کو زمین میں ٹھکانہ دیا، زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور اس میں بود و باش کی ساری چیزیں تم کو دیدیں لیکن بہت کم بندے شکر گزار ہیں۔

کہیں اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے وهو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یدکر او اراد شکور اوہ ذات جس نے رات اور دن کو بنایا، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں اس شخص کے لئے جو سمجھنا چاہے اور شکر گزار بندہ بننا چاہے۔ جیسی نعمت ویسی شکر گزاری:

تو اللہ تعالیٰ نے یہ ساری نعمتیں دی ہیں اور فرمایا کہ یہ نعمتیں استعمال کر کے میرے شکر گزار بندے بن جاؤ۔ جیسی نعمت ویسی شکر گزاری۔ اللہ نے ہاتھ دیا ہے، زبان دی ہے، آنکھ دی ہے۔ اس کی شکر گزاری یہ ہے کہ ان اعضاء کو اللہ کے حکم پر چلایا جائے۔ اللہ کی ہانپانی میں ان اعضاء کو استعمال نہ کریں۔ یہی اس کی شکر گزاری ہے۔ عصمت انبیاء کا مسئلہ:

حضور پاک ﷺ کو اللہ پاک نے کتنا اونچا اور بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ امام الانبیاء، سید الانبیاء اور نبی معصوم ہیں، کوئی گناہ نہیں۔ نبوت ملنے سے پہلے بھی معصوم، نبوت ملنے کے بعد بھی معصوم۔ اللہ نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی قصہ بیان فرمایا لولان رای برہان ربہ ولقد ہمت بہ وهم بہاز لیخانے تو برائی کا ارادہ کر لیا اور یوسف علیہ السلام بھی برائی کا ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کے برہان کو نہ دیکھ لیتے۔ آگے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین ہم نے برائی کو اور فحش و بے حیائی کو یوسف علیہ السلام سے پھیر دیا اس لئے کہ وہ ہمارے مخلصین بندوں میں سے ہیں۔

یہ جو مسئلہ ہے ”عصمت انبیاء کا“ علماء اور محدثین نے اس میں بڑی تفصیلات بیان کی ہیں لیکن میں اپنے بھائیوں کے یاد رکھنے کے لئے ایک چھوٹی سی بات کہتا ہوں، اگر اس بات کو یاد رکھو گے تو انشاء اللہ عصمت انبیاء کا مفہوم سمجھ لو گے۔ (بتاؤ وہ بات یاد رکھو گے؟ جی ہاں انشاء اللہ تعالیٰ) دیکھو! ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ برائی سے دور رہیں اور برائیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ نبیوں سے دور رہیں ”بات سمجھ میں آئی۔ برائیوں کو کہا گیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے قریب نہ جائیں لہذا انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی حالت مبارکہ:

حضور ﷺ کو قرآن میں فرمایا یغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک و ماتاخر لیکن حضور ﷺ پوری پوری رات اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے رہتے تھے، کبھی ایک آیت پڑھ کے پوری پوری رات امت کے لئے دعا مانگتے تھے۔ ہم نے تراویح میں سنان تعدبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم اے اللہ! اگر تو عذاب دینا چاہے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کرنا چاہے تو تیرا ہاتھ کوئی پکڑنے والا نہیں ہے، تو بڑا زبردست غالب ہے، حکمت والا ہے۔ اور آپ ﷺ اس طرح عبادت کرتے تھے کہ پاؤں مبارک پر درم آجاتا تھا۔ کبھی آپ کو اتفاق ہوا ہوگا کہ سفر میں پیر لٹکا کر بہت دیر تک بیٹھے رہیں تو پیر سو ج جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کبھی دو چار گھنٹے نہیں بلکہ مسلسل گھنٹوں کھڑے رہیں تو پاؤں پر درم آجاتا ہے۔ حضور ﷺ کئی گھنٹوں تک مسلسل کھڑے رہتے تھے، اماں عائشہ کہتی ہیں کہ یا رسول اللہ (ﷺ) آپ تو معصوم ہیں پھر اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا "افلا اکون عبد اشکوراً" اے عائشہ! کیا میں شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں؟

اعضاء کا شکر:

تو اللہ تعالیٰ نے بندہ کے جسم کے اندر یہ قوتیں رکھ دی ہیں۔ ان اعضاء کو اور ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کرنا یہی اس کا شکر ہے اگرچہ یہ اعضاء زبان سے نہیں بول رہے ہیں اور اگر ان اعضاء کا یعنی کان، آنکھ، ہاتھ وغیرہ کا استعمال اللہ تعالیٰ کا نافرمانی میں کیا تو یہ ان اعضاء کی ناشکری ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے ان الانسان لربہ لکود انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ ہماری زبان میں کہتے ہیں "انسان بڑا نمک حرام ہے" میں تو یوں کہتا ہوں نمک حرام نہیں شکر حرام، آلو حرام، چاول حرام وغیرہ ہے۔ لہذا اعضاء کا شکر یہ ہے کہ ان اعضاء سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔

زبان کا شکر:

اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے اور اللہ کی حمد صرف ایمان والے نہیں، اللہ کی ساری مخلوق اللہ کی حمد کرتی ہے حتیٰ کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے وہ بھی اللہ کی حمد کرتے ہیں الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربہم اور کہیں ارشاد فرمایا الم تر ان اللہ یسبح له من فی السموات والارض والطیر صفت کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ ترجمہ کیا اے مخاطب تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور وہ پرندے جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے پھرتے ہیں یہ سب خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ کہیں ارشاد فرمایا وان من شیئی الا یسبح بحمدہ ولكن لا تفقہون تسبیحہم اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو خداوند تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ اسکی پاکی بیان نہ کرتی ہو مگر ہاں تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔

ایک دیہاتی کی عجیب دعا:

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ طواف کر رہے تھے، اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور کعبۃ اللہ کا پردہ پکڑ کر بہت عاجزی کے ساتھ دعا کرنے لگا۔ دعا کرتا تھا اور زار و قطار روتا تھا۔ حضرت عمرؓ رک گئے کہ کیا دعا کر رہا ہے اور کیا مانگتا ہے۔ وہ دعا کر رہا تھا اے اللہ! تو مجھے اپنے قلیل بندوں میں شامل کر دے۔ حضرت عمرؓ تعجب میں پڑ گئے۔ ایسی نادر دعا میں نے کسی کو مانگتے ہوئے نہیں سنا۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو حضرت عمرؓ نے بلا کر اس سے پوچھا کہ تیری دعا کا کیا مقصد ہے؟ اس دیہاتی نے کہا میں سورہ سبأ کی تلاوت کر رہا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وقلیل من عبادی الشکور اور میرے بندوں میں سے بہت کم بندے شکر گزار ہیں تو میں نے اللہ سے دعا کی اے اللہ! تو مجھے بھی اپنے ان قلیل بندوں میں سے بنادے جو تیرے شکر گزار ہیں۔ ناشکروں میں مجھے داخل نہ فرما۔ اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرما دیجئے۔ حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور حاضرین سے کہا دیکھو! ایک دیہاتی بھی عمرؓ سے زیادہ عالم ہے۔

حضرت عمرؓ کا مقام:

حالانکہ حضرت عمرؓ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”لو کان بعدی نبیاً لکان عمر“ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو اتنا علم دیا تھا کہ بہت سی مرتبہ حضرت عمرؓ کا جو مشورہ ہوتا تھا وہی قرآن بن کر نازل ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود اس اعرابی کا شکر ادا کیا اور حاضرین کے سامنے حضرت عمرؓ نے عاجزی اور انکساری کا ثبوت دیا، اپنے کو بڑا نہ سمجھا۔ یہ بھی شکر ہے۔

مومن کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں:

بہر حال ادائے شکر پر بہت سی آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور بہت سے واقعات ہیں۔ پورے قرآن کا خلاصہ سورہ الفاتحہ ہے جس میں اللہ کی حمد اور اللہ سے مانگنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شکر گزار بندوں میں داخل فرمادیں۔ ایمان والوں کے لئے بہت ہی مسرت کی بات ہے۔ یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں، صرف سمجھانے کے لئے بتلاتا ہوں۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں اس لئے کہ اگر ایمان والے کو کوئی تکلیف پہنچے اور صبر کرے تو بھی اس کا بدلہ جنت ہے اور اگر نعمت کے حصول پر شکر کرے تو بھی جنت۔

تین نعمتیں:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نعمتوں پر شکر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ دار۔ تو جو نعمتیں اللہ عزوجل نے دی ہیں ان کے قدر کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ اس کو ضائع کر دینا اور برباد کر دینا بہت خسارہ کی بات ہے اور خاص کر کے اس ملک (برطانیہ) میں رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تین نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان کے ذریعہ خوب دین کا کام کر سکتے ہیں (۱) انگریزی زبان جو انٹرنیشنل زبان (۲) کرنسی (۳) برٹش پاسپورٹ کہ ہر ملک اس کی وجہ سے آپ کو ”ویل کم“ (WELCOME) کہتا ہے، دین کا کام کرنے کا بہت اچھا موقع ہے، دین پھیلانے کے لئے ان نعمتوں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شاکرین بندوں میں شامل فرمادیں اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمادیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

رحمت و غضب

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده وعلى اله وصحبه اجمعين وبارك وسلم تسليماً كثيراً. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم.

الذين يحملون العرش ومن حوله يسبحون بحمد ربهم ويؤمنون به ويستغفرون للذين امنوا ربنا وسعت كل شئ رحمة وعلمنا فاغفر للذين تابوا واتبعوا سبيلك وقهم عذاب الجحيم. ربنا وادخلهم جنت عدن التي وعدتهم ومن صلح من ابائهم وازواجهم وذرياتهم انك انت العزيز الحكيم. وقهم السينات ومن تق السينات يومئذ فقد رحمتهم وذاك هو الفوز العظيم. (صدق الله العظيم)

حاملین عرش مومنین کے لئے دعا کرتے ہیں:

بزرگان محترم! ابھی ہم نے تراویح میں چوبیسواں سپارہ سنا۔ اسی چوبیسویں سپارہ کے سورہ مومن کے پہلے رکوع کی چند آیتیں میں نے تلاوت کی ہیں۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے، سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کر لی اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اے پروردگار! ان کو ہمیشہ رہنے کے باغات میں جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے، داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور اولاد اور بیویوں میں جو لائق ہیں ان کو بھی جنت عدن میں داخل کر دیجئے بلاشبہ آپ ہی زبر دست حکمت والے ہیں اور ان کو تکالیف سے بچائیے اور آپ جن لوگوں کو اس دن کی تکالیف و عذاب سے بچالیں گے یقیناً ان پر آپ نے مہربانی فرمائی یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو:

وقال الله في مقام آخر قل يعبا دى الذين اسرفو على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم.
آپ فرمادیتے اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ گناہوں کی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

بزرگو! جو آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کا تذکرہ ہے۔ ماہ رواں یعنی رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت کا تھا، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور آئندہ کل یہ مغفرت والا عشرہ بھی ختم ہو جائے گا تو اس لئے آج انشاء اللہ مغفرت کی باتیں کرنا ہیں۔ جو آیتیں پہلے میں نے تلاوت کیں ان میں بھی مغفرت کا ذکر ہے کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے استغفار کرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور دوسری آیت میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایمان والے گنہگار بندے جب بھی توبہ کرتے ہیں تو ان کی مغفرت کر دیتا ہوں چاہے وہ کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں۔ اس آیت میں اللہ کی رحمت کا تذکرہ ہے اور بہت بلیغ انداز میں رحمت الہی کو بیان فرمایا گیا ہے۔

قرآن کا اعجاز:

یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور عذاب کو ایک ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اگر ایک طرف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت جباریت اور صفت قہاریت کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ شیطان کا دھوکا ہوتا ہے۔ کہ انسان سے یہ کہہ کر کہ اللہ تعالیٰ تو غفور ہے، رحیم ہے چلو ابھی تو گناہ کرتے رہو اور جو چاہے کرتے رہو، بعد میں توبہ بھی کر لینا سب معاف ہو جائیگا یہ دھوکا ہے اللہ تعالیٰ غفور و الرحیم ہیں اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے ان اللہ عزیز ذو انتقام اللہ پاک کی گرفت بھی بہت سخت ہے، اگر نافرمانی اور گناہ کرنے کی جرأت کی نحوست کی وجہ سے ایمان ہی چھین لیا پھر کیا ہوگا؟ انسان دونوں چیزوں

کو پیش نظر رکھے تو دھوکا نہ ہوگا اور گناہوں پر جرأت نہ ہوگی۔

گناہ کے نقصانات:

اور ایک بات یاد رکھیں کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کا ضرر و نقصان یقیناً ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان گناہ کرے اور اس کا ضرر اور نقصان نہ ہو۔ جیسے اگر کوئی زہر کھالے تو اس کا نقصان یقیناً ہوگا۔ اسی طرح گناہ کے بھی زبردست نقصانات ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے جزاء الاعمال میں ان کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ چند نقصانات آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔ خدا کرے وہ ہماری ہدایت کا اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بن جائیں۔

گناہ کرنے سے دل پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر نیک اعمال کی توفیق نہیں ہوتی۔ گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ آدمی علم سے محروم رہتا ہے کیونکہ علم ایک باطنی نور ہے اور معصیت سے نور بجھ جاتا ہے۔ ایک نقصان یہ ہے کہ قلب میں تاریکی سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ ذرا بھی دل کی حالت پر غور کیا جائے تو یہ ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے اور اس ظلمت کا اثر قلب سے آنکھ میں آتا ہے اور پھر چہرہ پر یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے۔ فاسق شخص کیسا ہی حسین و جمیل ہو مگر اس کے چہرہ پر ایک بے رونقی کی کیفیت ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نیکی اور اعمال صالحہ اور اللہ کا ذکر کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بدی اور گناہ اور اللہ کی نافرمانی سے چہرہ پر بے رونقی، قبر میں اندھیرا قلب میں ظلمت، بدن میں سستی رزق میں تنگی اور لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

اور گناہ کا ایک اثر یہ ہے کہ آدمی گناہوں کی نحوست سے طاعات سے محروم ہو جاتا ہے۔ آج ایک اطاعت گئی، کل دوسری چھوٹ گئی، پرسوں تیسری، یونہی سلسلہ وار تمام نیک اعمال گناہوں کی نحوست اور بے برکتی کی وجہ سے اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ ایک نقصان یہ ہے کہ معصیت سے عمر گھٹتی ہے اور اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ

”بر“ یعنی نیکی سے عمر بڑھ جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ تو فجر سے عمر گھٹنا اس سے سمجھا جاسکتا ہے۔

ایک نقصان گناہ کا یہ ہے کہ رزق کم ہو جاتا ہے۔ ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے انسان کو اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ وحشت ہونے لگتی ہے، نمازوں میں دل نہیں لگتا، اعمال صالحہ کی طرف طبیعت نہیں چلتی، نیکیوں کی طرف میلان اور رغبت نہیں ہوتی اور پھر گناہ کا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کے نیک اور صالح بندوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے۔ نیک لوگوں کی صحبت میں اس کا دل نہیں لگتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کی برکات اور صحبت کے ثمرات سے محروم رہتا ہے۔

اور گناہ کا ایک نقصان یہ ہے کہ جس گناہ میں انسان ملوث رہتا ہے آہستہ آہستہ اس گناہ کی برائی دل سے نکل جاتی ہے، اسکو برا نہیں سمجھتا بلکہ دل ایسا مسخ ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے سامنے دلیری سے تفاخر کے طور پر اس گناہ کا تذکرہ خود کرتا رہتا ہے اور پھر ایسا شخص معافی سے دور ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کل امتی معافی الا المجاہرین وان من الا جہار ان یستر اللہ علی العبد ثم یصبح یفضح نفسه ویقول یا فلان عملت یوم کذا وکذا وکذا فہتک نفسہ وقد بات یسترہ“

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جتنے گنہگار ہیں سب کے گناہوں کی معافی کی امید ہے مگر جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں اور یہ بھی کھلم کھلا ہی کرنا ہے کہ ایک شخص نے چھپ کر گناہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ستاری فرمائی مگر خود صبح کو اس نے اپنی فضیحت شروع کر دی اور خود ہی لوگوں سے کہتا شروع کیا کہ میں نے فلاں دن یہ گناہ کیا اور فلاں دن یہ گناہ کیا اور خود اپنی پردہ دری شروع کر دی کہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو اس پر ستاری فرمائی تھی۔

گناہ کا ایک اثر نقصان یہ بھی ہے کہ گناہ کی نحوست جیسے گناہ کرنے والے کو پہنچتی ہے اسی طرح اس کا اثر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے اور وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ بہائم اور جانور نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے بارش رک گئی قحط ہو گیا۔ وہ جانور کہتے ہیں کہ یہ سب ابن آدم کے

گناہ کی نحوست ہے۔

اور گناہ کا ایک اثر یہ ہے کہ انسان جو گناہ کرتا ہے اور وہ توبہ نہیں کرتا تو وہ فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور گناہ کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ زمین میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس ظاہر ہو گیا بگاڑ اور فساد خشکی میں اور تری میں بہ سبب ان اعمال کے جن کو لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں، چیزوں میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے اور جب نیک اعمال ہوتے ہیں، اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے تو پیداوار میں برکت ہوتی ہے۔ امام احمدؒ نے ایک حدیث کے ضمن میں بیان فرمایا ہے کہ میں نے بنو امیہ کے کسی خزانہ میں گہیوں کا ایک دانہ کھجور کی گھٹلی کے برابر دیکھا، وہ ایک تھیلی میں تھا اور اس پر لکھا تھا کہ ”یہ گہیوں کا زمانہ عدل میں پیدا ہوا تھا“ جب قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آویگا اور اس وقت لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ اللہ کی اطاعت کرتے ہوں گے اور اس وقت زمین گناہوں سے پاک ہو جاوے گی تو زمین کی برکتیں عود کر آویں گی یہاں تک کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک انار بڑی جماعت کو کافی ہوگا اور وہ اس کے چھلکے کے سایہ میں بیٹھ سکیں گے۔ انگور کا خوشہ اتنا بڑا ہوگا کہ ایک اونٹ کے لئے اس کو اٹھا کر چلنا دشوار ہوگا۔ آج دنیا میں جو بے برکتی نظر آرہی ہے یہ سب درحقیقت گناہوں اور نافرمانیوں کا نتیجہ ہے۔ جس قدر گناہ ہوں گے، بے برکتی ہوگی اور جس قدر اللہ کی اطاعت اور حبیب خدا محمد ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا جائے گا اسی قدر اللہ پاک کی رحمت نازل ہوگی، برکتیں ہوں گی، زندگیوں میں چین و سکون ہوگا۔

اسی لئے میرے دوستو! ہمیں اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا چاہیے اور گناہوں سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرنا چاہیے اسکے باوجود بھی بشری تقاضہ سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا چاہیے۔

دریں چہ شک:

تو میرے دوستو! ہمیں دونوں باتوں کو اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ ایک طرف اللہ پاک غفور و رحیم بھی ہیں تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی صفت قہار اور جبار بھی ہے۔ یہ نفس اور

شیطان کا دھوکا ہے کہ ہم گناہ پر گناہ کرتے جائیں اور یہ کہتے جائیں کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے، بیشک اللہ پاک غفور و رحیم ہیں، اس میں ذرہ برابر شک نہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے حضرت تھانویؒ نے اشرف الجواب میں بیان فرمائی ہے کہ دریں چہ شک؟ ”ایک صاحب نے طوطا پالا تھا اور طوطے کو صرف اتنا ہی رٹا دیا تھا ”دریں چہ شک“ (اس میں کوئی شک نہیں) اس کو لے کر وہ بازار میں بیچنے کے لئے گیا۔ ایک صاحب خریدنے کے لئے گئے دام پوچھا۔ مالک نے کہا پانچ سو روپے۔ اس نے کہا یہ قیمت بہت زیادہ ہے۔ مالک نے کہا میرا طوطا بہت قیمتی ہے، تم اس طوطے سے پوچھ لو کہ تیری قیمت کیا ہے؟ اس خریدار نے کہا بھائی کیا تمہاری قیمت پانچ سو روپے ہیں؟ طوطے نے کہا ”دریں چہ شک“ (اس میں کیا شک ہے) وہ خوش ہوا، اس نے پانچ سو روپے دیکر خرید لیا۔ اب گھر جا کر پوچھا کہ تمہارے لئے کھانا لاؤں؟ اس نے کہا ”دریں چہ شک“ اب جو بھی سوال کرتا ہے وہ اس کے جواب میں کہتا ہے دریں چہ شک۔ اس نے افسوس کیا اور سر پر ہاتھ مارا اور کہا میں اول نمبر کا بے وقوف ہوں اس طوطے کو خرید لیا تو طوطے نے کہا ”دریں چہ شک“۔ ہمارا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، گناہ پر گناہ کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ غفور و رحیم ہیں۔ بے شک اللہ غفور و رحیم ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔

اللہ کی عظمت کا استحضار ہو تو:

بے شک خدا کی رحمت ہی سے ہم دنیا میں آئے اور انہی کی رحمت کے صدقہ ہم چل پھر رہے ہیں اور بے شک اللہ پاک دنیا میں بھی غفور و رحیم ہیں اور آخرت میں بھی غفور و رحیم ہیں لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ جب ہم گناہ کرتے ہیں تو سوچیں کہ گناہ کا ضرر اور نقصان بھی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی آدمی زہر کھالے تو اس کا نقصان ہوگا یا نہیں؟ ظاہر ہے نقصان تو ہوگا، اصل بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی جو عظمت اور کبریائی ہے وہ ہمارے ذہنوں میں متحضر نہیں رہتی۔ اگر اس کا یقین آجائے اور ہر وقت اس کا استحضار رہے تو پھر گناہ کرنے کی ہم میں ہمت نہ ہوگی۔ دنیا میں لوگ پولس سے ڈرتے ہیں، انسپیکٹر سے ڈرتے ہیں، وزیر اعلیٰ سے ڈرتے ہیں، دنیا کے قانون سے ڈرتے ہیں، جس راستہ میں داخلہ ممنوع ہو تو ہم وہاں کار لے کر نہیں جاتے، ڈر لگا رہتا ہے کہ لے کر جاؤں گا تو جرمانہ ہوگا۔ دنیا کے

قانون سے ڈرتے ہیں، دل میں اس کا ڈر ہے، اس کی ہیبت ہے۔ اگر رب العالمین کی عظمت دل میں آجائے تو اللہ کی نافرمانی سے بھی وہ ڈریگا، ہر وقت ڈرتا رہے گا۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء عظام کی زندگیوں میں یہ بات تھی، وہ حضرات عمل کر کے بھی ڈرتے تھے۔ جب دل میں کسی چیز کی ہیبت ہوتی ہے تو اس سے ڈر لگتا ہے۔

قرآن کا معجزہ:

ایک مرتبہ میں اللہ کی رحمت اور عذاب الہی پر بیان کر رہا تھا تو بیان کے بعد ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو تو اپنی بیوی کا ڈر زیادہ لگا رہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں بیوی کا ڈر ہے کہ وہ چلی نہ جاوے، وہ ناراض نہ ہو جائے۔ اور اگر یہ استحضار ہو جائے کہ میرا رب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے وہ مجھ کو اپنی بارگاہ سے دھتکار نہ دے وہ مجھ کو اپنی رحمت سے محروم نہ کر دے تو پھر گناہ پر جرأت نہ ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ قرآن میں دونوں چیزیں ایک ساتھ بیان کرتا ہے۔ یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔ قرآن کریم میں جہاں اہل ایمان کا تذکرہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کافروں کا بھی ذکر کرتا ہے، جنت کا ذکر ہوتا ہے تو جہنم کا بھی ذکر آتا ہے۔ اللہ کے عذاب، اللہ کی قہاریت، اللہ کی جباریت، جاہ و جلال کا بیان ہوگا تو اسی کے ساتھ اللہ کی رحمت کا بھی بیان ہوگا۔ اللہ کے انعام، اللہ کی عطا، اللہ تعالیٰ کی جود و سخا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ ہوگا تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پکڑ، اللہ کے عذاب کا بھی ذکر اس کے ساتھ آپ کو ملے گا۔ یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ آپ کو قرآن میں ملیں گی۔ بتائیے یہ قرآن کا معجزہ ہے یا نہیں؟ آپ کی سمجھ میں آیا یا نہیں؟

انسان خوشی اور غمی کا مظہر نہیں ہو سکتا:

ایک آدمی کے بیٹے کی شادی ہے، ہر طرف خوشی ہی خوشی ہے، اس کے چہرہ سے بھی خوشی نمایاں ہوگی، اس کی باتوں سے بھی خوشی ظاہر ہوگی، بات کریگا تو خوشی کی ہوگی۔ اس وقت اگر وہ غمی کی بات کرنا چاہے گا تب بھی غمی کی بات نہ ہوگی، اگر وہ غمی کا چہرہ بنانا چاہے گا تو بھی نہیں بنے گا کیونکہ وہ آج خوشی میں ہے تو ہر چیز میں خوشی میں ہے تو ہر چیز میں خوشی ظاہر ہوگی لیکن اگر ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہے، مشفق والد کا انتقال ہو گیا چہیتی بیوی کی

وفات ہوگئی پیارا اور چہیتا بیٹا اللہ کو پیارا ہو گیا اب وہ غم کے اتھاہ سمندر میں ہے اس کے چہرے سے غم ظاہر ہوگا، وہ اپنا غم چھپانا بھی چاہے گا تو چھپانہ سکے گا، اس کی باتوں سے بھی غم ظاہر ہوگا، وہ بولے گا تو بھی غم کی باتیں اس کی زبان سے نکلیں گی، خوشی اور مسرت کی بات اس کی زبان پر نہیں آئیگی۔ یہ انسانوں کا حال ہے مگر اللہ رب العزت نے دونوں چیزیں قرآن میں ایک ساتھ بیان کی ہیں۔

ایک ساتھ رحمت و عذاب سے متعلق چند آیتیں:

دو چار مثالیں آپ کو دوں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کتنی پیاری بات فرماتا ہے نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی هو العذاب الالیم اے محمد ﷺ میرے بندوں سے کہہ دیجئے میں غفور و رحیم ہوں اور اس کے ساتھ یہ بھی بتلا دو کہ میرا عذاب بھی بڑا دردناک عذاب ہے۔ ابھی قاری صاحب نے تراویح میں پڑھا ان ربک لذو مغفرت وذو عقاب الیم بے شک آپ کا رب مغفرت کرنے والا ہے اور پکڑنے پر آئے تو دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔ دیکھو دونوں کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی سب سے عظیم الشان بڑی آیت یہ ہے کہ ”ان ربک لذو مغفرت للناس علی ظلمهم“ بے شک آپ کا رب ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے بڑی مغفرت کرنے والا ہے جو توبہ کرے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ”وان ربک لشدید العقاب“ اور بیشک تیرے رب کی جو پکڑ ہے وہ بڑی سخت پکڑ ہے۔

اور قرآن کریم نے تیسری جگہ کیا بات فرمائی، سبحان اللہ! کاش آپ کو بھی عربی میں کچھ مہارت ہو جائے پھر تراویح پڑھیں گے تو عجیب لطف محسوس ہوگا، رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ قرآن نے کیا کہا؟ سنئے! ارشاد فرمایا: ان بطش ربک لشدید۔ انہ ہو بیدئ وبعید بیشک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ خدا کسی کی پکڑ کرے تو کوئی اس کے سامنے ٹک سکتا ہے؟ انہ ہو بیدئ وبعید اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس آیت میں اللہ کا جلال نظر آتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہو

الغفور الودود وہ بڑا غفور و رحیم ہے، بندوں سے بے حد محبت کرنے والا ہے پہلی آیت سنو تو خوف طاری ہو جاتا ہے اور اس کے بعد والی آیت سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ذو العرش المجید وہ بزرگی والے عرش کا مالک ہے فعال لما یرید وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ میں نے شروع میں ذکر کیا تھا کہ دونوں چیزیں ساتھ لے کر چلو اللہ کی رحمت بھی ہے اور اللہ کا جاہ جلال بھی ہے۔ جن آیتوں کا میں نے تذکرہ کیا ان آیتوں میں آپ غور کیجئے اللہ پاک نے کتنے عجیب انداز میں دونوں باتوں یعنی صفت رحمت و غضب کو جمع فرمایا ہے۔

چند عجیب و غریب آیتیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی عظمت اور بڑائی کے لئے سب سے بڑی آیت آیت الکرسی ہے اور جامع الخیر والشر یعنی تمام خیر و شر کو جمع کرنے والی آیت یہ ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی تا آخر اور اللہ پاک کی رحمت اور مغفرت کا امید وار بنانے والی سب سے بڑی آیت قل یعبادی الذین اسر فوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمته اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ هو الغفور الرحیم اور اللہ کی ذات عالی سے امید دلانے والی اور ڈھارس بندھانے والی سب سے بڑی آیت یہ ہے (ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ) جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اسی پر کامل توکل اور بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا بس اللہ پر توکل ہی کافی ہے۔

ہضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب آیت:

ہضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پورا قرآن مجھے محبوب ہے، قرآن کی ایک ایک آیت مجھے محبوب ہے لیکن سب سے زیادہ محبوب یہ آیت ہے ”قل یعبادی الذین اسر فوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمته اللہ“ آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں ”ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً“ بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا انہ هو الغفور الرحیم

کان کاٹے گئے آپ کے جسم مبارک کے تیرہ ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اس صورت حال پر حضور اقدس ﷺ کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے، غم سے نڈھال تھے۔ حضرت صفیہؓ حضور ﷺ کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی بہن تھیں وہ دوڑتی ہوئی آرہی تھیں مجنون اور پاگلوں کی طرح۔ حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ صفیہؓ آرہی ہیں اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر برداشت نہیں کر سکیں گی آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا اپنی والدہ کو روکو حضرت زبیرؓ نے روکا۔ حضرت صفیہؓ نے ایک مکارا وہ گر پڑے لیکن پھر فرمایا حضور ﷺ نے تمہیں روکنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت صفیہؓ کے قدم وہیں رک گئے۔ یہ اطاعت رسول ہے، پھر حضرت صفیہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! (ﷺ) اگر آپ اجازت دیں تو بھائی کو دیکھ لوں، روؤنگی نہیں، بالوں کو نہیں نوچونگی، نوحہ نہیں کروں گی، صرف بھائی کی زیارت کر ادیں حضور ﷺ نے اجازت دیدی۔ بھائی کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ نے تیرے جسم کے ایک ایک ٹکڑے کو قبول کر لیا۔

بدلہ لینا ہو تو برابر برابر بدلہ لو:

حضور اکرم ﷺ پر غم کے ایسے آثار تھے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے چچا کے تیرہ ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں، مثلاً کیا گیا ہے، سینہ مبارک بھی چاک کر کے کلیجہ نکال لیا گیا ہے، ہندہ کلیجے کو چبانا چاہتی تھی مگر چبانہ سکی۔ یہ حالت دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں کافروں کے ستر آدمیوں کا مثلاً کروں گا لیکن رب العالمین کا عدل وانصاف دیکھئے، قرآن مجید میں آیت نازل ہوگئی ”وان عاقبتہم فعاقبوا بمثل ما عوقبتہم بہ“ اللہ کے رسول اگر بدلہ لینا ہی ہو تو برابر برابر لو ”ولئن صبرتم لہو خیر للصابرین“ اور اگر آپ نے صبر کر لیا تو صبر کرنے والوں کا انجام بہت بہتر ہے۔ حضرت وحشی نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور مثلاً بھی کیا تھا مگر ہم ان کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ وہ ایمان لے آئے جب ان کے ایمان لانے کا وقت آیا تو حرب بن وحشی نے حضور ﷺ کی خدمت میں کہلوا یا اگر میں ایمان لاؤں تو میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا؟ کیا اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائیں گے؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دیکھو کفر و شرک کو تو اللہ

بیشک اللہ تعالیٰ مغرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت کی شان نزول:

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں ایک واقعہ حیاۃ الصحابہ میں پڑھا تھا۔ اللہ اکبر! بہت عجیب واقعہ ہے۔ آپ حضرات کو یہ معلوم ہی ہے کہ آپ ﷺ کے لاڈلے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا گیا تھا، بڑی بے دردی سے شہید کیا تھا اور پھر لاش کا مثلاً بھی کیا تھا۔ حضرت حمزہؓ سید الشہداء، حضور ﷺ کے باڈی گارڈ، بے حد ہمدرد اور بہت ہی محبت کرنے والے تھے، بہت بڑے پہلوان اور بے حد طاقتور تھے۔

سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے ایمان کا واقعہ:

حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کا بھی بڑا عجیب واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ ابو جہل نے حضور ﷺ کو بہت برا بھلا کہا اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے خاندان والوں کو بھی برا بھلا کہا اور بعض مسلمانوں کو مارا بھی۔ حضور اکرم ﷺ دار ارم میں تشریف لے گئے، ایک باندی یہ منظر دیکھ رہی تھی، اتنے میں حضرت حمزہؓ تشریف لائے، اپنے گھوڑے پر تیر و کمان کے ساتھ، شکار کے شوقین تھے۔ باندی نے کہا اے ابو عمارہ تمہاری غیرت کہاں چلی گئی تیرے بھتیجے کو ابو جہل نے بہت برا بھلا کہا، گالیاں دیں، تم ان کے چچا ہو تم کو غیرت نہیں آتی۔ حضرت حمزہؓ پہلے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے، اسی وقت ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد سیدھے ابو جہل کے پاس پہنچے، وہ کعبۃ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس کو تیر و کمان سے اتنا مارا کہ لہو لہان ہو گیا اور آپ ایسے جلال اور غصہ میں تھے کہ ابو جہل اور اس کے ساتھی کچھ نہ بول سکے حالانکہ وہ سب ملکر حضرت حمزہؓ کو قتل بھی کر سکتے تھے لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی، خوب مار پیٹ کر فرمایا آج سے حضور ﷺ کی مدافعت کرنے والا میں ہوں، سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔ قوم نے ابو جہل کو عار دلائی کہ تو نے انتقام نہیں لیا۔ ابو جہل نے کہا میں نے اسے بھتیجے کو برا بھلا کہا تھا ہاں تو حضرت حمزہؓ بہت بہادر شجاع اور طاقتور تھے اور آپ ﷺ کے چچا بھی تھے۔ آپ کو غزوہ احد میں شہید کیا گیا، مثلاً بھی کیا گیا، ناک

تعالیٰ معاف نہیں فرماتے، اس کے علاوہ بڑے سے بڑا گناہ کیا ہو، شراب پی ہو، اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیں گے لیکن اگر اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کیا ہو، کسی کے آگے سجدے کئے ہوں، کسی کی نذر و نیاز مانی ہو، کسی اور سے مرادیں مانگی ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں کریگا۔ اس کے علاوہ خواہ کیسا ہی گناہ ہو وہ حاکم ہے، وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کرے اس کو اختیار ہے اور آپ ﷺ نے آیت سنائی ”ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء“ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کریگا اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دیگا، اس کو اختیار ہے۔

حضرت وحشیؒ کے ایمان کا عجیب واقعہ:

حضرت وحشیؒ نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے کہ وہ چاہے تو معاف کرے اور وہ چاہے تو معاف نہ کرے، ہو سکتا ہے میرے بارے میں یہ فیصلہ ہو کہ معاف نہ کرے لہذا میں تو ایمان نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو دوسری آیت دے کر بھیجا الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاوئلك يبدل الله سيئاتهم حسنات و كان الله غفوراً رحيماً مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے توبہ کر لی اور اچھے اعمال کئے تو اللہ تعالیٰ ان کی سیئات کو حسنات سے بدل دیگا۔ حضرت وحشیؒ کہنے لگے اس میں عمل صالح کی شرط لگائی ہے اگر مجھ سے اچھے عمل نہ ہوئے تو؟ پھر تو میری نجات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو بھیج کر یہ آیت نازل فرمائی جو میں نے اوپر پڑھی ”قل يغبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعاً“ آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اللہ سب گناہ معاف کر دیگا کفر و شرک کے سوا، اعمال صالحہ ہوں یا نہ ہوں۔ اگر ایمان ہے تو ایک دن نجات ضرور مل جائے گی۔ اس کے بعد حضرت وحشیؒ ایمان لے آئے۔ رضی اللہ عنہ۔

مسئلہ کذاب کا قتل:

پھر کہنے لگے یا رسول اللہ (ﷺ) مجھ سے کفر میں ایک ایسی غلطی ہو گئی ہے جس کا غم

ابھی تک مجھ کو ہے، آپ اللہ سے دعا کیجئے اللہ اسلام میں ایسا کام لے لیں کہ اللہ بھی خوش ہو جائے، اللہ کا نبی بھی خوش ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے ان سے زبردست کام لیا۔ مسئلہ کذاب جس نے حضور اقدس ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کو حضرت وحشیؒ نے اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا جس نیزہ سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور جس طرح حضرت حمزہؓ کو ناف پر نیزہ مار کر شہید کیا تھا اسی طرح مسئلہ کذاب کو بھی ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔

حضرت وحشیؒ حضور ﷺ کے پس پشت بیٹھتے تھے:

حضور اقدس ﷺ کے سامنے جب حضرت وحشیؒ اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو بے حد نام تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت وحشیؒ کا اسلام قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا اگر ہو سکے تو تم میرے سامنے نہ آیا کرو، تم کو دیکھ کر اپنے چچا حضرت حمزہؓ کا صدمہ تازہ ہوتا ہے۔ حضرت وحشیؒ چونکہ حضور اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچانا نہ چاہتے تھے اس لئے جب حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو حضور اقدس ﷺ کے پس پشت بیٹھتے۔ یہ بات تو آپ نے سنی ہوگی.....

حضور اکرم ﷺ کی شفقت و رحمت:

لیکن شاید یہ بات بھی سنی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الله بالناس لرؤف رحيم بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر رؤف و رحیم ہے اور حضور ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم تحقیق کہ تمہارے پاس ایک رسول آئے ہیں جو تمہاری ہی جنس سے ہیں جن باتوں سے تم کو ضرر پہنچ سکتا ہے وہ ان پر نہایت گراں ہوتی ہے حریص علیکم ہر وقت تمہاری منفعت کے خواہش مند رہتے ہیں بالمؤمنين رؤف رحيم ایمان والوں کے ساتھ تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ تو حضور ﷺ مؤمنین پر انتہائی درجہ مہربان تھے اور اللہ پاک نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے۔ اب آپ ﷺ کا حضرت وحشیؒ کو اجازت دینے کا مقصد بھی حضرت وحشیؒ پر رحمت اور شفقت ہے۔

صد شکر ہستیم میان دو کریم:

یہ ہماری سعادت مندی ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں ایسا شفیق و رحیم رسول عطا فرمایا ہے اور ہمیں ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔ کسی نے بہت خوب فرمایا ہے.....

یارب تو کریم و رسول تو کریم
صد شکر ہستیم میان دو کریم

یارب آپ بھی کریم ہیں اور آپ کے رسول ﷺ بھی کریم ہیں۔ ہم کس قدر خوش نصیب ہیں کہ ہم دو کریموں کے درمیان ہیں۔ اس پر ہم سینکڑوں مرتبہ شکر کرتے ہیں اللہ پاک ہمیں اس نعمت کی قدر نصیب فرمائیں اور حضور پاک ﷺ کے فیوض سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشیں۔

مشکوٰۃ نبوت کی جھلکیاں:

حضرت ﷺ کے فیوض کا کیا پوچھنا، صحابہؓ حضور ﷺ کے فیوض و کمالات کا مظہر ہیں۔ مشکوٰۃ نبوت کا فیوض جس پر ہوتا تھا وہ روشن ہو جاتا تھا۔ جس صفت کا زیادہ عکس پڑا اللہ تعالیٰ نے وہ صفت اس صحابی میں پیدا فرمادی۔ ابو بکرؓ پر صداقت کا عکس پڑا تو وہ صدیق بن گئے، عمرؓ پر عدالت کا عکس پڑا تو وہ عادل بن گئے عثمانؓ پر سخاوت کا عکس پڑا تو وہ سخا بن گئے، علیؓ پر شجاعت کا عکس پڑا تو وہ شجاع بن گئے۔

پس پشت بیٹھنے کی حکمت:

تو حضور ﷺ کی مشکوٰۃ نبوت کا عکس صحابہؓ پر پڑتا تھا۔ حضرت وحشیؓ جب سامنے بیٹھتے تھے تو مشکوٰۃ نبوت سے جو نور آتا تھا چچا کی یاد کی وجہ سے حجاب بن جاتا تھا اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا سامنے نہ بیٹھو تا کہ مشکوٰۃ نبوت کا فیض تم پر بھی آئے اس سے حضرت تھانویؒ نے تصوف کا مسئلہ حل فرمایا کہ تکرر شیخ و استاذ مانع فیوض ہوتا ہے۔ میں عرض کر رہا تھا

تو دیکھو حضرت وحشیؓ نے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ایمان والا ہے تو جاؤ لا تقنطوا من رحمة الله تو اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ بس یہیں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے ہم کو بھرپور حصہ عطا فرمائے اور اپنے عذاب سے محفوظ رکھے، آمین

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اعمال صالحہ کو ضائع کرنے والے کام

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم . يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم . صدق الله العظيم .

عمل کی جگہ دنیا ہے:

بزرگان محترم! اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے پیٹ میں بنایا اور جیسے اس کے اعضاء بنائے، جیسی شکل و صورت بنائی اسی طرح انسان دنیا میں آیا ہے۔ اگر ماں کے پیٹ میں اعضاء صحیح سالم بنے ہیں تو دنیا میں بھی صحیح سالم پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد اب اس کی سعادت مندی ہے کہ ان تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرے اللہ نے آنکھ جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی، اس سے کلام اللہ کو دیکھے، بیت اللہ کو دیکھے، روضہ رسول ﷺ کو دیکھے، اللہ کی قدرت کی نشانیوں کے دیکھے، اپنے ماں باپ کو عظمت اور محبت کی نگاہ سے دیکھے، علماء صلحاء کو محبت و عظمت سے دیکھے، اللہ کے نیک بندوں کو دیکھے۔ اللہ نے زبان دی ہے اس سے کلام اللہ کی تلاوت کرے، اللہ کا پاک نام لے، اللہ رب العزت کی تسبیح پڑھے، اچھی باتیں زبان سے نکالے، قرآن و حدیث کی تعلیم کرے۔ غرض اللہ نے جیسے اعضاء پیٹ میں بنائے ویسے ہی اعضاء وہ لیکر دنیا میں آیا ہے اور انکے صحیح استعمال پر فائدہ اجر و ثواب، اور غلط استعمال پر نقصان اور سزا و عقاب ہے۔ اس تمہید کے سمجھنے کے بعد اب سمجھو انسان دنیا میں اپنی زندگی گزارنے کے بعد قبر میں پہنچے گا تو اگر دنیا میں اعمال صالحہ کئے ہیں تو قبر میں انہیں اعمال صالحہ کے ساتھ پہنچے گا۔ اور اگر اعمال سیئہ اور گناہ کئے ہیں تو انہیں اعمال سیئہ اور گناہوں کے ساتھ قبر میں پہنچے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں سے خالی ہاتھ گیا ہو، اب وہاں جا کر اعمال صالحہ کرے، وہاں اعمال صالحہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

فرشتے رحم نہیں کریں گے:

اور دوستو! دنیا میں کوئی بچہ معذور ہوتا ہے، ہاتھ پیر برابر نہیں ہوتے، نابینا ہوتا ہے تو لوگ اس پر رحم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص اپنے کو بگاڑ کر نافرمان بن کر قبر میں گیا ہے اور گناہ پہ گناہ کر کے گیا ہے تو وہاں عذاب کے فرشتے اس پر مقرر ہوں گے وہ اس پر ذرہ برابر رحم نہیں کریں گے۔ اس لئے دوستو! آج دنیا میں اعمال صالحہ کا موقع ہے نیک اعمال کر لو راحت ملے گی ورنہ قبر میں پہنچ کر حسرت کے سوا کچھ نہ ہوگا اور وہاں پہنچ کر نیک اعمال کی تمنا بھی کریگا، دنیا میں واپس آنے کی درخواست بھی کریگا مگر وہاں اس کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

کسی عمل کو چھوٹا مت سمجھو:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہی ارشاد فرمایا اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اطاعت کے ذریعہ اپنے اعمال کو اچھا بناؤ قربان جائیں اللہ کی رحمت پر وہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہیں کہ چھوٹے چھوٹے اعمال پر اتنا ثواب عطا فرماتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ ایک حدیث پہلے بھی آپ کو سنا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ایک نیکی پر چالیس نیکیاں عطا فرماتے ہیں اور یہ حدیث بھی آپ کو سنائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "انق النار ولو بشق تمر" اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔ کبھی ایک کھجور انسان کے لئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اللہ پاک کے یہاں اخلاص کی قدر ہے ہم اسکو معمولی سمجھتے ہیں مگر اخلاص کی وجہ سے اعمال کے اندر بڑا وزن پیدا ہوتا ہے کبھی انسان ایک معمولی بات کرتا ہے مگر اللہ کے نزدیک وہ بہت وزنی ہو جاتی ہے۔ کسی کے بچہ کا انتقال ہو گیا آپ نے جا کر اس کو تسلی کے دو لفظ کہہ دیئے کہ بھائی! صبر کرو اللہ کو یہی منظور تھا، تقدیر الہی میں یہی تھا، اللہ تم کو اس کا اجر عطا فرمائے، تمہارے لئے آخرت کا ذریعہ بنائے۔ بتلائیے اتنا کہہ کر ہم نے کون سا بڑا کام کیا مگر ان جملوں پر ثواب اتنا بڑا کہ اللہ تعالیٰ اس تسلی دینے والے اور تعزیت کرنے والے کو جنت کا حلوہ اور جنت کا جوڑا پہنایا گا اور عرش کے سایہ میں جگہ عنایت کرے گا۔

اپنے نیک اعمال کو باطل نہ کرو:

اب ایک بات اور سمجھئے، نیک اعمال کا ذخیرہ انسان کرتا ہے اور اللہ نے انسان کے لئے اعمال کو آسان بھی کر دیا ہے مگر اس کے بعد اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ولا تبطلوا اعمالکم اپنے اعمال کو باطل مت کرو یعنی گناہ کر کے اعمال برباد نہ کرو۔ لوگوں کی حق تلفی کر کے اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔ کسی صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) نیکیاں ہمارے پاس بہت ہوں گی تو ہم پھر کیسے ہلاک ہوں گے؟ فرمایا گناہ کی وجہ سے، ظلم کی وجہ سے، زبان کے غلط استعمال کی وجہ سے۔ اگر بری طرح زندگی گذاری ہوگی تو قیامت کے دن کوئی ظلم کے بدلہ کا مطالبہ کریگا، کوئی اور کسی حق کا مطالبہ کریگا۔ تو ابطال اعمال کی بہت سی چیزیں ہیں۔

ایمان اور اعمال صالحہ کو برباد کرنے والا گناہ ”شُرک“ ہے

لیکن سر دست تین چیزیں سمجھ لو جو بطور اصول ہیں، جن سے انسان کے اعمال باطل اور برباد ہو جاتے ہیں۔ نمبر ایک ”شُرک کرنا“ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات میں شُرک کیا تو سارے اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں امت کو سنانے کے لئے ارشاد فرمایا ”ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین۔ بل اللہ فاعبدو کن من الشکرین“ اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارے میں رہیں گے۔ یہ لوگ خود تو کفر و شرک میں ملوث تھے ہی اب ان کا حوصلہ یہاں تک بڑھا کہ آپ ﷺ کو بھی اپنے طریقہ پر لانے کی فرمائش کرنے لگے، تو اس کے جواب میں آپ ﷺ سے کہا گیا قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون آپ فرمادیجئے اے جاہلو! (مذکوہ دلائل سے توحید کا مکمل ثبوت اور کفر و شرک کا ابطال ہو جانے کے بعد) پھر بھی تم مجھ سے غیر اللہ کی عبادت کرنے کے لئے کہتے ہو (اور آپ سے کفر و شرک کا صادر ہونا کیسے ممکن ہے) اب اوپر والی آیت کا مضمون سنئے ولقد اوحی... آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے

ہو گزرے ہیں ان کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ (ہر امتی کو پہنچادیں) کہ اگر تو شرک کریگا تو تیرا کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا اور تو خسارے میں پڑیگا (اس لئے تو کبھی بھی شرک کے پاس مت جانا) بل اللہ فاعبدو کن من الشکرین بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اسی کا شکر گزار رہنا۔

(سورہ زمر، پارہ ۳۴)

معاذ اللہ! اگر انبیاء علیہم السلام بھی شرک کریں تو.....

قرآن مجید میں ایک جگہ تقریباً سترہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا ”وتلک حجتنا اتیناھا ابرہیم علی قومہ“ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ کے بعد ارشاد فرمایا ”واجتنبنہم وھدینہم الی صراط مستقیم“ ہم نے ان کو پسند کیا اور ہم نے ان کو صراط مستقیم کی رہنمائی کی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ولو اشرکو الحبط عنہم ما کانوا یعملون (یعنی شرک اس قدر ناپسند چیز ہے کہ غیر انبیاء تو کس شمار میں ہیں) اگر بالفرض یہ حضرات انبیاء مذکورین بھی (نعوذ باللہ) شرک کرتے تو جو کچھ نیک اعمال کئے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔

(سورہ انعام، پارہ ۷)

کفر و شرک کی وجہ سے نیک اعمال بھی بے وزن ہوں گے:

سورہ کہف میں ارشاد فرمایا اولئک الذین کفروا بانیت ربہم ولقائہ فحبطت اعمالہم فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزناً یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا یعنی قیامت کا انکار کیا اس لئے اس کے سارے کام غارت ہی کر دے گئے، بس ہم قیامت کے دن ان کے نیک اعمال کا ذرہ برابر بھی وزن قائم نہیں کریں گے۔ یعنی ان کے اعمال جو ظاہر میں بڑے بڑے نظر آتے ہیں مگر میزان حساب میں ان کا کوئی وزن نہ ہوگا کیونکہ یہ اعمال کفر و شرک کی وجہ سے بے کار اور بے وزن ہوں گے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز ایک آدمی قد آور اور موٹا تازہ آئے گا جو اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن دار نہ ہوگا اور پھر فرمایا کہ اگر اس کی تصدیق کرنا چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھو فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزناً۔

اور حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ایسے ایسے اعمال لائے جائیں گے جو جسامت کے اعتبار سے تہامہ کے پہاڑوں کے برابر ہوں گے مگر میزان عدل میں ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔
(قرطبی) (معارف القرآن، ج ۵، ص ۶۳۷)

حبط اعمال کا دوسرا سبب ”گستاخی رسول اللہ ﷺ“

حبط اعمال کا ایک سبب شرک ہو احبط اعمال کا دوسرا سبب رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ہے۔ قرآن میں فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا له بالقول کجہر بعضکم ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسا آپس میں کھل کر بولتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ یعنی اپنی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند کرنے میں بھی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا احتمال ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ادب:

اب دیکھئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر کس قدر ادب تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک صحابی حضرت ثابت بن قیسؓ کی آواز طبعی طور پر بلند تھی وہ تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے کہ یہ آیت کہیں میرے بارے میں نازل تو نہیں ہوئی ہے، بڑے خوبصورت بھی تھے اور قبیلہ خزرج کے سردار بھی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ثابت نظر نہیں آتے بلا کر لائے گئے تو فرمایا اس آیت نے مجھے گھر میں بٹھا دیا، میری آواز بھاری ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کی گستاخی نہ ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا ”انت لست منهم“ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ادب کا ثمرہ:

رسول اللہ ﷺ نے ان کو تین بشارتیں سنائیں۔ (۱) تمہاری زندگی اچھی گزرے گی۔ (۲) تمہاری موت شہادت پر ہوگی (۳) تمہارا مقام جنت ہوگا۔ چنانچہ آپ ﷺ

کی وفات کے بعد میلہ کذاب کی لڑائی میں آپ شہید ہوئے۔ اس جنگ میں تین مرتبہ مسلمانوں کے قدم اکھڑے۔ حضرت ثابت بن قیسؓ نے مسلمانوں کو ہمت دلائی اور فرمایا زمین میں گڑھے کھود لو اور ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ چنانچہ ڈٹ کر مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کی مدد ہوئی اور حضرت ثابت شہید ہوئے۔
(البدایہ والنہایہ ص ۳۲۵ ج ۲)

وصیت کا انداز ایک عجیب انداز سے:

شہید ہونے کے بعد عجیب انداز سے ان کی وصیت جاری ہوئی۔ آپ ایک صحابی کے خواب میں آئے اور فرمایا میرے بدن پر زرہ تھی جو فلاں نے چرائی ہے اور وہ شخص آخری خیمہ میں ہے اور فلاں جگہ رکھی ہے حضرت خالدؓ سے کہو کہ وہ اس کو لیکر حضرت ابوبکرؓ کے پاس جائیں اور فرمایا فلاں جگہ اتنا مال ہے اور فلاں جگہ اتنا ہے اور فلاں فلاں کا مجھ پر اتنا قرض ہے اور تم یہ صرف ایک خواب نہ سمجھنا اس کو ایک حقیقت سمجھنا چنانچہ انہوں نے حضرت خالدؓ سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے اس شخص کے پاس گئے، اس نے انکار کیا مگر تلاش کرنے پر جیسا خواب میں بتلایا تھا اسی طرح ملا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت ثابتؓ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت جاری فرمائی۔

اعمال کی حفاظت کرو:

نیک اعمال کو تباہ کر نیوالی تیسری چیز گناہ ہے اس سے اپنے اعمال کو باطل مت کرو۔ ہم الحمد للہ نیک اعمال تو بہت کر لیتے ہیں مگر ان کی حفاظت نہیں کرتے۔ جس طرح مسلمان اپنے مال کی اور اپنی قیمتی چیزوں کی حفاظت کی فکر کرتا ہے، اپنے اعمال کی بھی حفاظت کرنا چاہیے بلکہ اس سے زیادہ۔ اس لئے کہ اعمال تو آخرت میں کام آنے والی اور انسان کے ساتھ جانے والی چیز ایمان و اعمال صالحہ ہیں مال و اسباب تو سب چھوڑ کر انسان خالی ہاتھ قبر میں جائے گا مگر ہمارا ایمان ہے کہ یہ اعمال ہمارے ساتھ قبر میں آئیں گے، میدان محشر میں یہ اعمال ہمارے ساتھ ہوں گے اور قبر میں اعمال کی برکت سے نجات ملے گی میدان محشر میں اعمال صالحہ کی برکت سے اللہ پاک میدان محشر کی ہولنا کیوں سے محفوظ رکھیں گے،

اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ اعمال تو مال سے بھی زیادہ قیمتی ہیں اور مال سے زیادہ انسان کیلئے نفع بخش ہیں۔ ہم اپنے مال کی تو خوب حفاظت کرتے ہیں مگر اعمال کی حفاظت کی فکر نہیں کرتے۔

اعمال کی حفاظت کس طرح ہو:

اعمال کی حفاظت کس طرح سے ہوگی؟ اعمال کی حفاظت اس طرح ہوگی کہ اپنے آپ کو ہر قسم کے کفر و شرک سے بچائے، رسول اللہ ﷺ کی گستاخی سے بچائے، دین و شریعت اور دین کی باتوں کا احترام کرے، قرآن مجید و احادیث کا احترام کرے، قبلہ کا احترام کرے اور اپنے کو دین کی بے احترامی سے بچائے، قبلہ کی بے احترامی سے بچائے، قرآن کی بے احترامی سے بچائے، علماء کی بے احترامی سے بچائے اور اسی طرح اپنی زبان کی پوری پوری حفاظت کرے، اپنی زبان کو غلط استعمال نہ کرے، لوگوں کو گالی نہ دے، لوگوں کو برا بھلا نہ کہے، ان کی آبروریزی نہ کرے، ظلم و ستم نہ کرے، کسی کا حق نہ دبائے۔ ان چیزوں سے بھی اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

میری امت کا مفلس:

چنانچہ مشہور حدیث ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اتدرون ما المفلس؟" کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ "قالو المفلس فینامن لادرهم له ولا متاع" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم نہ ہوں، سامان نہ ہوں، روپے ڈالر نہ ہوں کاریں نہ ہوں "فقال المفلس من امتی من یاتی یوم القیامۃ بصلوۃ وصیام و زکوۃ" فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں نماز، روزے اور زکوۃ لے کر آئے گا یعنی اچھے اعمال تو کئے مگر بد اخلاق تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے "ویاتی قدستم هذا وقذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا" نماز، روزے، صدقہ خیرات کا ڈھیر ہے مگر دنیا میں کسی کو گالی دی تھی تو کسی پر تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھا گیا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، غیبت

دہشتان تراشی میں لگا رہتا تھا اور لوگوں پر ظلم کرتا تھا، کبھی کسی کو مار دیا کبھی کسی کو دھوکا دیا غرض اس طرح دنیا میں رہتا تھا، اب قیامت میں تو انصاف ہوگا، وہ تو عدل و انصاف کا دن ہے۔ یہ سارے مظلوم لوگ اس کے خلاف اللہ کی بارگاہ میں دعویٰ کریں گے "فیعطی هذا من حسناتہ و هذا من حسناتہ" اللہ تعالیٰ انصاف فرمائیں گے اور حق والوں کا حق دلائیں گے۔ وہاں حق کی ادائیگی دنیا کے مال و متاع سے نہ ہوگی بلکہ نیک اعمال سے ہوگی۔ چنانچہ اب اس کے حسنات اور اعمال مطالبہ والے کو انصاف کے مطابق دیدیے جائیں گے اور مطالبات پورے نہ ہوں گے کہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اب مطالبے والوں کے گناہ انہیں پر لادے جائیں گے۔ "فان فنیست حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطا یاہم فطرح علیہ" حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کے حسنات اور اس کے اعمال ختم ہو جائیں گے تو اب حق والوں کے گناہ لئے جائیں گے اور ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے "ثم طرح فی النار" پھر اس شخص کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۵۵)

یہ ہے اس امت کا مفلس۔ اعمال تو بہت کئے مگر ان کی حفاظت نہیں کی اور خاص کام اور ضرورت کے وقت وہ سب اعمال دوسروں کو دیدیے گئے۔ لہذا انسان دنیا میں اعمال کرے اور اس کے ساتھ اپنے اخلاق اچھے بنائے، اپنی زبان کی حفاظت کرے، اپنے کو ظلم و ستم سے بچائے اس طرح ہمارے اعمال انشاء اللہ محفوظ رہیں گے۔

خلاصہ کلام:

اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اعمال کی حفاظت فرمائیں اور ان تمام کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں جن سے ہمارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ کفر و شرک سے بھی محفوظ رکھیں اور دین و شریعت کی بے احترامی سے بچائیں اور ہمارے اخلاق بھی درست اور اچھے بنائیں، آمین۔
سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک اللہم وبحمدک ونشهد ان لا الہ الا انت نستغفرک ونعوب الیک۔

مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

الحمد لله وكفى و سلام على عباده الذين اصطفى امابعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم وسيجنها الا تقى الذى يؤتى ماله يتزكى وما لاحد عنده من نعمته تجزى الا ابتغاء وجه ربه الا على ولسوف يرضى.

ہم تک دین اسلام پہنچنے کے دو واسطے:

بزرگان محترم! سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پہلے یہ سمجھو کہ ہم تک جو محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا مکمل دین اسلام ہے اور قیامت تک پوری امت کو جو دین اسلام پہنچنے گا اس میں دو واسطے ہیں۔ ایک واسطہ اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ تک کا بذریعہ جبرائیل کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے احکام لیکر آتے تھے تو یہ ایک واسطہ ہوا پھر آپ ﷺ وہ احکام اپنے صحابہ کو پہنچا دیتے تھے۔ سب سے پہلے مخاطبین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں اور قیامت تک آنے والی نسلوں تک دین کو پھیلانے کا واسطہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں، یہ دوسرا واسطہ ہے۔ تو ایک واسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہے اور دوسرا واسطہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے جو حضور ﷺ اور بعد میں آنے والی نسلوں کے درمیان میں ہے۔

ان واسطوں پر اعتراض کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے دیا:

اور کمال یہ ہے کہ جب بھی ان واسطوں پر کسی نے ڈاکہ زنی کی یا ان واسطوں پر کسی نے اعتراض کیا یا طعن کیا تو خود اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ چنانچہ پہلے واسطہ جبرائیل امین پر جب یہودیوں نے اعتراض کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ ہم محمد ﷺ پر ایمان لانے کو تیار ہیں لیکن ان پر وحی لانے والے جبرائیل علیہ السلام ہیں جو ہمارے دشمن ہیں، ہماری ان

سے بنتی نہیں ہے۔ بنی اسرائیل پر جو عذاب آئے وہ عذاب لیکر جبرائیل آئے۔ لہذا اگر کوئی اور فرشتہ وحی لے کر آتا تو ہم ایمان لے آتے تو اس کا جواب نبیؐ نے نہیں دیا بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے جواب دیا جو قرآن کریم میں موجود ہے۔

واسطہ پر جرح احکام پر جرح ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا اس لئے کہ واسطہ پر جرح احکام پر جرح ہو جائیگی۔ قرآن میں آیت نازل ہوئی "قل من كان عدواً لجبریل فانه نزل له على قلبك باذن الله" آپ فرمادیتے جو شخص دشمن ہوا، جبرائیل کا تو جبرائیل ہی نے اتارا ہے اسکو آپ کے قلب اطہر پر اللہ کے حکم سے جو تصدیق کرنے والا ہے ان کتابوں کی جو اس قرآن سے قبل نازل ہوئیں اور ہدایت ہے اور بشارت ہے مومنین کے لئے اور آگے فرمایا "من كان عدواً لله وملئكته ورسوله وجبریل ومیکل" جو شخص دشمن ہوا اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اس کے رسولوں کا اور جبرائیل ومیکل کا تو سن لو "فان الله عدو للكافرين" تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا۔ تو جو واسطہ حضرت جبرائیل کا تھا اس پر یہودیوں نے اعتراض کیا تو اللہ پاک نے خود جواب دیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اوصاف:

خود اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاکیزہ اوصاف بیان فرمائے اس لئے کہ مخبر یعنی خبر دینے والے کا صادق ہونا ضروری ہے۔ اگر خبر دینے والا جھوٹا ہے تو اس کی خبر کا کیا اعتبار تو اللہ تعالیٰ مخبر ہیں اور انھوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اوصاف بیان فرمائے تاکہ کوئی حضرت جبرائیل علیہ السلام پر خیانت کا الزام نہ لگا سکے کہ جبرائیل لاتے تھے کچھ اور سناتے تھے کچھ حضرت جبرائیل امین پر معاذ اللہ ایک یہ الزام بھی لگایا گیا کہ اصلاً وحی حضرت علیؓ کے پاس لے جانا چاہتے تھے لیکن حضرت جبرائیل حضرت محمد ﷺ کے پاس وحی لے جاتے رہے اور تیس سال وحی کا نزول حضرت علیؓ کے بجائے حضرت محمد ﷺ پر ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ہرزہ سرائی کا بھی جواب دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے

اوصاف میں بتایا کہ ”انہ لقول رسول کریم“ یہاں رسول سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے ایک معزز فرشتہ یعنی جبرئیل کا لایا ہوا ہے ”ذی قوۃ“ جو قوت والا ہے۔ سورۃ النجم میں ارشاد فرمایا ”علمہ شدید القوی“ اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا کہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس وحی کس واسطہ سے آتی ہے۔ تو فرمایا کہ ان کو یعنی حضور ﷺ کو ایک فرشتہ (اس وحی کی منجانب اللہ) تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے۔ ”عند ذی العرش مکین“ مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے ”مطاع“ وہاں یعنی آسمانوں میں اس کا کہنا مانا جاتا ہے۔ یعنی فرشتے اس کا کہنا مانتے ہیں ”ثم امین“ اور امانت دار ہیں، جو وحی انکے سپرد ہوتی ہے اس کو صحیح صحیح پہنچاتے ہیں تمام پہنچانے میں کسی کمی بیشی اور خیانت کا امکان نہیں۔ ان آیتوں میں اللہ پاک نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف بیان فرمائے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طاقت:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق اللہ پاک نے ذی قوۃ فرمایا جبرئیل امین میں کتنی طاقت ہے؟ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو بازو ہیں اگر وہ اپنے دو بازو پھیلا دیں تو پوری دنیا کو ڈھانک لیں۔ لوط علیہ السلام کی بستی کو اپنے پر کے اوپر آسمان کی طرف اٹھایا یہاں تک کہ آسمانوں میں فرشتوں نے اس بستی کے جانوروں کی آواز سنی اور اوندھا دے مارا۔ اللہ اکبر! کتنی طاقت ہوگی، اور سنو حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی کنوئیں میں ڈال رہے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل! دنیا میں جاؤ اور میرے یوسف کو زمین پر گرنے سے بچاؤ۔ ایک سیکنڈ میں عرش سے آکر کنوئیں میں آپ کو گرنے سے بچالیا، اس تیز رفتاری کا کوئی اندازہ و حساب لگا سکتا ہے؟ بہر حال جبرئیل علیہ السلام ذی قوۃ بھی ہیں، مطاع بھی ہیں اور امین بھی ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت علیؑ کے پاس ان کو بھیجا جائے اور وہ حضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچ جائیں۔ قوت والے بھی ہیں لہذا کوئی چھین بھی نہیں سکتا۔ تو ایک واسطہ تھا جبرئیل کا۔ اس واسطہ پر اعتراض کیا تو اللہ پاک نے خود جواب عنایت فرمایا۔

دوسرا واسطہ جناب رسول اللہ ﷺ سے قیامت تک آپ کی پوری امت تک مکمل دین اسلام پہنچنے کا دوسرا واسطہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں۔ اس واسطہ پر جب کسی نے کوئی اعتراض کیا تو اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر سے دیا اور قیامت تک قرآن میں وہ جواب موجود رہیگا اور آج بھی موجود ہے۔

آدم برسر مطلب:

یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ مکہ کے رئیسوں میں سے تھے، مکہ کے دوسرے درجے کے تاجروں میں تھے، مردوں میں سب سے اول آپ ﷺ پر ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ حضور ﷺ کے حکم پر قربان کر دیا۔ حضور اقدس ﷺ کو سب سے زیادہ دو شخصوں کا مال کام آیا دین کے لئے، ایک ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال رسول اللہ ﷺ کے اشارے پر اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا۔

سب کے احسان کا بدلہ چکا دیا سوائے ابوبکرؓ کے:

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا میں نے سب کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے سوائے ابوبکرؓ کے، ان کے احسان کا بدلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ دے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مال اسلام کے لئے کس طرح قبول ہوا اس کی ایک صورت یہ بھی ہوئی کہ جو حضرات صحابہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور وہ اکثر بے چارے غلام ہوتے تو ان کے مالک ان پر بے حد ظلم و ستم ڈھاتے تھے۔

غلاموں کو آزاد کرنا:

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے مال سے ان کو خرید کر آزاد کر دیتے تھے اور تقریباً بارہ تیرہ غلاموں کو آزاد کر کے ان کو ظلم و ستم سے بچالیا ان آزاد شدہ غلاموں میں ایک حضرت بلالؓ بھی ہیں جن کا مالک امیہ آپؓ پر بڑا ظلم کرتا تھا لیکن ایمان آنکے دل میں ایسا راسخ تھا کہ اللہ

اکبر! کتنی ہی مار پڑتی، گرم ریت پر ڈال دیا جاتا، گرم بھاری پتھر انکے سینے پر رکھے جاتے مگر یہ مظالم حضرت بلالؓ کے ایمان کو نہ ہلا سکے۔ ایسی نازک حالت میں بھی آپ کی زبان پر احد احد کا لفظ ہوتا تھا، اللہ ایک ہے اللہ اکیلا ہے، قل هو اللہ احد ان کی زبان پر جاری ہوتا تھا۔ ایک دن حضرت بلالؓ پر بے حد ظلم و ستم ہو رہا تھا اور اسی موقع پر حضرت ابو بکرؓ کا وہاں سے گزر ہوا، آپ بہت نرم مزاج تھے۔ پوچھا یہ کس کی آواز ہے، بتلایا گیا بلالؓ پر ظلم ہو رہا ہے، برداشت نہ کر سکے اور امیہ کے پاس گئے اور فرمایا بلالؓ کو میرے ہاتھ بچ دو۔ امیہ بڑا چالاک تھا اس نے کہا اچھا تمہارے پاس ایک غلام ہے وہ غلام مجھے دیدو۔ وہ کافر غلام تھا لیکن کاروبار میں بڑا تیز اور چالاک تھا تو امیہ نے کہا وہ غلام مجھے دیدو۔ اور مزید ایک ہزار درہم بھی مجھے دو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بلاچوں چرا فرمایا ٹھیک ہے، یہ غلام بھی لے لو اور ہزار درہم بھی لے لو اور اس طرح امیہ سے خرید کر حضرت بلالؓ کو آزاد کر دیا اسی طرح کئی غلام لونڈیاں آزاد کیں۔ حضرت بلالؓ کو لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے اور فرمایا یا رسول اللہ! (ﷺ) میں نے بلالؓ کو خرید لیا ہے اور میں نے اللہ کے لئے ان کو آزاد بھی کر دیا۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔ جب کئی غلام آزاد کر چکے تو ایک دن ان کے والد ابو قحافہؓ کو پتہ چل گیا کہ میرا بیٹا اپنا مال لٹا رہا ہے۔ چونکہ اس وقت وہ ایمان نہیں لائے تھے، وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، تو ابو قحافہؓ نے کہا اگر خرچ کرنا ہی ہے تو نفع بخش کاموں میں خرچ کرو کہ کچھ نام ہو، ان غلاموں پر خرچ کرنے سے کیا نام ہوگا۔

مال خرچ کرنے کا مقصد:

باپ نے اعتراض کیا تو اللہ نے جبریلؑ کی معرفت وحی نازل فرمائی وسیبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی جو اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ خود پاکیزہ اور متقی ہو جائے ومالا حد عنده من نعمۃ تجزی۔ الا ابتغاء وجه ربہ الاعلیٰ اور اپنے نام کے لئے نہیں بلکہ اپنے رب کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے ولسوف یرضیٰ تو دیکھو ابو بکرؓ پر جب اعتراض کیا تو جبریلؑ وحی لے کر آگئے حالانکہ باپ بیٹے کو ٹوک سکتا ہے مگر جب باپ نے ٹوکا تو حضرت جبریلؑ علیہ السلام وحی لیکر آگئے اور اللہ پاک نے خود جواب دیا۔

رہ گئی رسم اذان:

حضور اقدس ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین بھی تشریف لے گئے مہاجرین میں حضرت بلالؓ بھی تھے۔ مدینہ منورہ کی آبادی دن بدن بڑھتی رہی اور پنج وقتہ فرض نماز کیلئے اسی میں اذان شروع ہوئی تو اذان کہنے کی خدمت حضرت بلالؓ کے سپرد ہوئی اسلئے کہا جاتا ہے کہ اسلام میں سب سے اول مؤذن حضرت بلالؓ ہوئے جب حضرت بلالؓ اذان کہتے تھے تو اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے وقت شہادت کی انگلی سے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کی طرف اشارہ کرتے تھے حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ زیادہ دنوں مدینہ منورہ میں قیام نہ کر سکے۔ اس کی ایک وجہ محبوب رب العالمین کی یاد تھی۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد جب اذان دینے کے لئے کھڑے ہوتے تو اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد دھاڑیں مار کر روتے تھے کیا منظر ہو گا وہ؟ اللہ اکبر اقبالؓ نے خوب کہا ہے:

رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

ڈاکٹر اقبالؒ کہتے ہیں کہ میں روح بلالی والی اذان سننے کے لئے پاکستان گیا، ان کے زمانہ کا پاکستان سے انکی مراد مصر، فلسطین کہ شاید وہاں اذان میں روح بلالی مل جائے کہ وہ اسلامی ممالک تھے لیکن جب وہاں آئے تو پھر مرثیہ پڑھنے لگے کہ وہاں بھی روح بلالی نہیں ملی۔

کہا کہ وہ ایک آواز تھی بلالؓ کی کہ پہاڑ کی چٹان مل جاتی تھی اور آج ہم نعرہ تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہیں، نعرہ لگاتے لگاتے گلا بیٹھ جاتا ہے مگر اس سے جوں بھی نہیں گرتی، کیوں؟ اندر ایمان کا پاور نہیں ہے۔ سوز و گداز نہیں اذان بے روح نعرے بے جان روح ہوتی بات بنے خالی بندوق سے خالی راقفل سے آپ کتنا بھی شر شر کرتے رہو فائر کرتے رہو کیا کوئی مرے گا؟ چڑیا بھی نہیں مرے گی اس لئے کہ اندر کچھ نہیں ہے۔

گر جا کر گیا:

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس ایک عیسائی آیا، اس نے کہا کیا بات ہے تمہاری مسجد میں ٹوٹی پھوٹی ہوتی ہیں، مگر ہمارے گرجا دیکھو کتنے شاندار ہیں۔ انہوں نے کہا بات اصل یہ ہے کہ ہماری مسجدوں میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور قرآن پاک کا پاور بہت بڑا ہے لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرايته خاشعا متصدعا من خشية الله اگر اس قرآن کو ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے اور تمہارے گرجا میں قرآن نہیں پڑھا جاتا ہے یہ آیت جب شیخ عبدالقادر جیلانی نے اس کے گرجا کے پاس پڑھی تو اس کا گرجا دھڑام سے زمین بوس ہو گیا۔

اذان کا ادب و احترام:

تو میں ذکر کر رہا تھا کہ حضرت بلالؓ کی اذان کیا تھی؟ آج اذان کی عظمت ہمارے دلوں سے نکل گئی۔ پہلے جب اذان ہوتی تھی عدالت بند ہو جاتی تھی، ماں اگر بچہ کو کھانا دیتی ہوتی تو اس کا ہاتھ یوں ہی رک جاتا تھا۔ اور آج اذان ہوتی ہے تو ہماری باتیں بھی بند نہیں ہوتیں۔ اذان کا ادب، اذان کا احترام ہمارے دلوں سے نکل گیا۔ اللہ پاک ہمیں اپنے نام و کلام و اذان کا ادب اور احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اذان کا جواب دینے کی فضیلت:

اذان کا ہمیں بہت احترام کرنا ضروری ہے۔ جب اذان ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم بالکل خاموش ہو جائیں۔ ادب و احترام سے سنیں اور اذان کا جواب دیں۔ حدیث میں ہے "اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول" جب تم مؤذن سے اذان سنو تو مؤذن جو الفاظ کہتا ہے وہی الفاظ تم بھی کہہ کر اذان کا جواب دو "ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیہ بہا عشر" پھر اس کے بعد مجھ پر درود پڑھو اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل کرتا ہے "ثم سلوا اللہ لی الوسيلة فانہا منزلة فی الجنة لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوان اکون انا هو

فمن سال لی للوسيلة حلت علیہ الشفاعة" درود پڑھنے کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کرو۔ یعنی اذان کے بعد کی دعا پڑھو۔ اس دعا کو دعائے وسیلہ بھی کہتے ہیں۔ الحمد للہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ دعا یاد ہے "اللہم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمد ن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محموداً الذي وعدته انک لا تخلف الميعاد" ارشاد فرمایا کہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے۔ یہ درجہ کیا ہے؟ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "الوسيلة اقرب منا زل الجنة الى العرش واعلاها واشرفها و يدل علیہ مارواه احمد عن ابی سعید الخدری مرفوعاً الوسيلة درجة عند اللہ لیس فوقها درجة فاسئلوا اللہ ان یؤتینی الوسيلة"

(المطالع علی مراقی الفلاح ۱۱۱، قبیل باب شروط الصلوة)

مقام وسیلہ جنت کا ایک ایسا درجہ ہے جو عرش سے سب سے زیادہ قریب ہے اور جنت کا سب سے اعلیٰ اور سب سے اشرف درجہ ہے اور ایک حدیث میں ہے جس کو امام احمد نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا وسیلہ اللہ کے یہاں ایک ایسا درجہ ہے کہ اس کے اوپر اور کوئی درجہ نہیں ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہ درجہ عطا فرمائیں۔ جو حدیث احقر نے بیان کی اس میں بھی حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ درجہ اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لئے مناسب ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ اسکے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا فممن سنال الوسيلة حلت له الشفاعة، جو شخص اذان کے بعد درود پڑھ کر یہ دعا پڑھے گا جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی درخواست کرتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو وسیلہ عطا فرما تو اس کے لئے شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ اللہ اکبر! اذان کا احترام اور ادب سے جواب دینے اور اس کے بعد دعا پڑھنے کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۶۳-۶۵)

حسن خاتمہ کی بشارت:

حکیم اختر صاحب مدظلہم العالی نے حسن خاتمہ کے سات نئے ایک مضمون میں بیان

فرمائے ہیں۔ اس میں نسخہ نمبر ۶ یہ تحریر فرمایا ہے کہ اذان کے بعد کی دعا پڑھنے کا اہتمام کرنا رہے۔ حضور ﷺ کے قول مبارک "حلت له الشفاعة" کے متعلق ملا علی قاریؒ نے تحریر فرمایا ہے "فقیہ اشارۃ الی بشارۃ حسن الخاتمہ" اس میں حسن خاتمہ نصیب ہونے کی بشارت ہے کہ اس دعا کو اہتمام سے پڑھنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوگا کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کا فرک نہیں مل سکتی۔

(مواظف در محبت، ص ۴۹)

اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے:

ابو داؤد شریف میں روایت ہے: قال رسول الله ﷺ ثنتان لا تردان اوقال ماتردان الدعاء عند الاذان وعند الباس حين يلحم بعضهم بعضاً رسول الله ﷺ نے ارشاد فرمایا دو دعائیں رد نہیں کیجاتیں، یا بہت کم رد کی جاتی ہیں، یعنی ہمیشہ قبول ہوتی ہیں یا اکثر قبول ہوتی ہیں اذان کے وقت۔ اور دوسرے جہاد میں گھمسان کی لڑائی کے وقت۔

(ص ۳۴۳ باب الدعاء عند اللقاء، کتاب الجہاد)

اذان کے وقت باتیں کرنا:

اسلئے بڑے ذوق شوق سے اذان کے جواب اور دعا کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کے برعکس اگر اذان کے وقت دنیاوی باتوں میں مشغول رہے تو یہ بڑا خطرناک ہے۔ فتاویٰ رحیمہ میں ہمارے حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاچپوری صاحب مدظلہم العالی نے تحریر فرمایا ہے کہ اذان کے وقت باتیں کرنے پر حدیث اور فقہ میں سخت وعید آئی ہے اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔ اس کی عادت بنالینا ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ رسم المفتی والسائل میں ہے "ویکرہ الکلام والذهاب عند الاذان کذا فی خزائن الروایات اجمعوا علی ان یتروک الکلام الدنیوی وروی عن النبی ﷺ من تکلم عند الاذان خیف علیہ زوال الایمان انتھی قلت هذا لم یثبت بسند صحیح یحتج به" یعنی فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اذان کے وقت دنیوی باتیں چھوڑ دی جائیں۔ حضور اکرم ﷺ سے

روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اذان کے وقت جو شخص بات چیت کرے تو اس کے زوال ایمان کا خوف ہے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قابل احتجاج نہیں ہے مگر فضائل اعمال میں چل سکتی ہے اس لئے کہ باتوں سے بچنا ہی بہتر ہے۔

(فتاویٰ رحیمہ، ص ۱۴۴، جلد ۵)

محترم سامعین میں ذکر کر رہا تھا سیدنا حضرت بلالؓ کا کہ آپؐ کی اذان میں عجیب و غریب روح اور جاذبیت تھی۔

جدائی ناقابل برداشت ہوگئی:

حضرت بلالؓ جب اشہد ان محمد رسول اللہ پر پہنچتے تو چیخیں بلند ہو جاتی۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں جب آپؐ اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے تو حضور ﷺ کی طرف اشارہ فرماتے۔ اب تو آپؐ اپنی قبر مبارک میں آرام فرماہیں، اب آپؐ جدائی حضرت بلالؓ کے لئے ناقابل برداشت تھی اس لئے حضرت بلالؓ نے ملک شام چلے جانے کا ارادہ کیا حضرات صحابہ نے ان کو رد کیا کہ آپ مدینہ منورہ چھوڑ کر شام نہ جائیں۔ تو کہنے لگے مدینہ منورہ میں اب مجھ سے رہنا نہ جائیگا۔ لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ بلالؓ کو سمجھائیں، آپ امیر المومنین ہیں، آپ کی بات حضرت بلالؓ مان لیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت بلالؓ کے پاس تشریف لے گئے اور آپؐ کو سمجھایا کہ اے بلالؓ! آپ کیوں مدینہ منورہ چھوڑ رہے ہیں، آپ کے بغیر ہم کیسے رہ سکیں گے؟ حضرت بلالؓ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ نے مجھے آزاد کیا اللہ کے لئے یا اپنے لئے؟ حضرت ابو بکرؓ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے تو اللہ کے لئے آزاد کیا تھا، آپ کو جہاں جانا منظور ہو تشریف لے جاسکتے ہیں میں اس کی وجہ سے آپ کو کچھ بھی نہیں کہتا۔ حضرت بلالؓ نے اپنا عذر پیش فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی جدائی برداشت نہیں ہوتی اور اس لئے یہاں میرے لئے قیام بہت ناقابل تحمل ہے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ ملک شام تشریف لے گئے اور ایک مدت تک نہیں آئے۔

مدینہ منورہ میں کھرام مچ گیا:

یہاں تک کہ ایک زمانہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے بلال کیا ہوا ہماری زیارت کے لئے نہیں آتے۔ حضرت بلالؓ نے یہ خواب دیکھا تو مدینہ منورہ کا ارادہ فرمالیا۔ رحلت سفر باندھا، مدینہ منورہ پہنچے۔ نماز کے وقت لوگوں نے حضرت بلالؓ سے درخواست کی کہ اذان پڑھو مگر آپ نے ان کی درخواست منظور نہیں فرمائی اور بات وہی تھی کہ اذان دینا شروع کروں گا تو رسول اللہ ﷺ کی حیوۃ طیبہ کی یاد تازہ ہو جائے گی اور اذان پوری نہ کر سکوں گا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسوں نے فرمائش کی، لاڈلوں کی فرمائش تھی جسکو نالا نہیں جاسکتا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی فرمائش قبول فرمائی اور اذان دینا شروع کیا۔ اذان دینا تھی کہ مدینہ منورہ میں کھرام مچ گیا، لوگوں کی چیخیں بلند ہو گئیں۔ عورتیں بھی روتی ہوئی اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں نبی کی یاد نے لوگوں کو تڑپا دیا چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرما کر پھر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں انتقال ہوا وہیں مدفون ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

حضرت ابو بکرؓ پر جرح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا:

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ نے آپ کو مال خرچ کرنے پر ٹوکا۔ اگرچہ باپ بیٹے کو ٹوک سکتا ہے مگر اللہ نے جواب دیا "وسبجنہا الا تقی ولسوف یرضی" آسمان سے جواب آگیا کہ ابو بکر کو دنیا کا نام نہیں چاہیے "الا ابتغاء وجه ربہ الاعلیٰ" ان کا مقصود تو صرف اپنے رب کی رضا ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ پر جرح ہوئی تب بھی اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا:

صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے ساتھ بہت سے غزوات کئے، ایک غزوہ میں حضور ﷺ تشریف لے گئے۔ واپسی میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔

وہاں سے دوسری جگہ کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرا ہارگم ہو گیا ہے۔ ہار کی تلاش ہونے لگی لیکن ہار نہیں ملا تو حضور اقدس ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ، ہار مل جائے تب سفر کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جمعین ہار تلاش کر رہے تھے اور حضور اقدس ﷺ اپنے خیمہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران مبارک پر سر رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ اب سب کہہ رہے ہیں کہ پانی نہیں ہے، وضو کرنا ہے، کہیں نماز ہی قضا نہ ہو جائے۔ صحابہ کرام گھبرائے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے کہ عائشہ نے مسلمانوں کو کس مصیبت میں ڈال دیا۔ یہ سب تمہاری بیٹی عائشہ کی وجہ سے ہوا ہے، عائشہ ہار نہ گم کرتیں تو حضور ﷺ یہ نہ کہتے کہ یہاں ٹھہر جاؤ۔ کسی اور بھی صحابی نے آپ ﷺ کی وجہ محترمہ کو برا بھلا نہیں بلکہ ابو بکرؓ سے کہا ہے، ابو بکر تو ان کے والد تھے باپ اپنی بیٹی کو کہہ سکتا ہے۔ چنانچہ جب یہ باتیں ابو بکرؓ نے سنیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور حضرت عائشہؓ کی کوکھ میں اور ان کے پہلو میں کئی ٹھونکے دیئے اور فرمایا کہ تو نے ہی سب کو روک دیا ہے تیری وجہ سے آج سب لیٹ ہوئے پانی اور وضو کا مسئلہ کھڑا ہوا، ہارگم نہ ہوتا تو یہاں سے سب آگے بڑھ جاتے۔ بیٹی سے کہا ہر روز تم نئی مصیبت سب کے سر لاتی ہو۔ حضرت عائشہؓ ضبط کر کے بیٹھی رہیں اس لئے کہ اگر ملتیں تو حضور ﷺ کے آرام میں خلل ہوتا ہے اسلئے بہت ہی ضبط سے کام لیا۔ (مسند احمد ابن خبیل، ج ۲، ص ۲۷۶، ۲۷۷) اور اپنے والد محترم کی ڈانٹ سنتی رہیں۔ اب بتاؤ یہ کوئی اعتراض ہے؟ باپ اپنی بیٹی کو ایسے موقع پر کہہ سکتا ہے لیکن حضرت عائشہؓ واسطہ ہیں۔

یہ آل ابو بکر کی پہلی برکت نہیں ہے تیمم کا حکم:

دو ہزار دوسودس حدیثیں آپؐ سے مروی ہیں۔ جب ان پر جرح ہوئی تو اللہ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ ہمارے نبیؐ کو ہمارا پیغام سنا دو کہ آج سے قیامت تک کے لئے ہم نے وضو کا بدل دیدیا ہے وہ ہے تیمم کہ اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرو اور یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی "وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعبا طیباً" پاکیزہ مٹی سے تیمم کرلو۔ اگر بیمار

ہو یا سفر میں ہو اور پانی ایک میل تک میں نہ ہو تو تیمم کرلو۔ اے جبریل جاؤ اور حضور سے کہہ دو ہم نے وضو کا بدل دیدیا ہے، کوئی عائشہ کو برا بھلا نہ کہے، پانی نہ ملے تو تیمم کرلو۔ جب یہ حکم آگیا تو حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ تیمم کرلو۔ ابھی تو مجاہدین کا پر جوش گروہ جو اس مصیبت میں تلملارہا تھا، اب اس ابررحمت کو دیکھ کر مسرت سے جھوم اٹھا۔ اسلام کے فرزند اپنی ماں کو دعائیں دینے لگے۔ حضرت اسید بن حنیف بڑے پائے کے صحابی تھے، جوش مسرت میں بول اٹھے اے صدیق کے گھر والو اسلام میں یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ یہ تمام واقعات بڑی تفصیل سے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التیمم میں بیان فرمائے ہیں اور اس آیت کے نزول کے بعد صدیق اکبرؓ جو ابھی لخت جگر کی تادیب کے لئے بے قرار تھے فخر کے ساتھ صاحبزادی کو خطاب کر کے فرمایا جان پدر مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس قدر مبارک ہے، تیرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کتنی آسانی بخشی۔

(مسند احمد ضعیف، جلد ۲ ص ۳۷۳)

بلکہ ان کی وجہ سے تو پہلے بھی بہت سی آسانیاں ہوئی ہیں۔ تو دو واسطے ہیں۔ ایک واسطہ اللہ تعالیٰ سے محمد ﷺ تک اور دوسرا واسطہ محمد ﷺ سے لیکر قیامت تک۔ تو ان دو واسطوں میں سے جس پر جب بھی جرح ہوئی اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا اور اس سلسلہ کے کئی واقعات ہیں۔

غرباء ضعفاء عام طور پر پہلے ایمان لاتے ہیں:

ایک اور واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے والوں میں اولین صحابہ میں اکثر غرباء و مساکین تھے۔ غلام اور کمزور اور غریب و مسکین قسم کے حضرات آپ پر ایمان لائے اور یہ بھی عجیب اللہ کا دستور رہا ہے کہ ہر نبی کے حامی اور مددگار اور ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ضعفاء و کمزور لوگ ہی تھے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی تو قوم نے کہا ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں حال یہ ہے کہ آپ پر ایمان لانے والے قوم کے ذلیل لوگ ہیں۔ اگر ایمان لانے والے رئیس مالدار لوگ اشراف ہوتے تو ہم کچھ سوچتے۔ یہ عام طور پر قوم کا نظریہ تھا

ان کی نظر میں وہ معزز ہوتا جس کے پاس مال دولت اور دنیا کے عہدے ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا "قال وما علمی بما کانوا یعملون" یہ پیغمبرانہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ شریف لوگ کون ہیں اور ذلیل و رذیل کون ہیں، میں اس کا فیصلہ کیوں کروں؟ یہ تو قیامت میں پتہ چلے گا۔

رؤساء مکہ کا مطالبہ:

حضور اقدس ﷺ پر بھی اولین ایمان لانے والے اکثر و بیشتر ضعفاء اور کمزور لوگ تھے اور وہ حضور اقدس ﷺ کی مجلس مبارک میں طالب بن کر حاضر رہتے تھے۔ ایک مرتبہ بعض کفار قریش اور رؤساء مکہ نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا ہم آپ کے پاس بیٹھنا چاہتے ہیں مگر آپ کے پاس جو غرباء اور مساکین بیٹھے رہتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے، ان کے پسینہ کی بو ہمارے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے، ہم اس بو سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ لہذا ہم جس وقت آپ کے پاس آیا کریں اتنی دیر کے لئے آپ ان کو اپنی مجلس سے ہٹا دیا کریں۔ اس وقت وہ غرباء کون تھے؟ حضرت بلال، حضرت عمار حضرت صہیب، حضرت سلمان، حضرت خباب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ جن کے بارے میں ہے "وکان دایہ و حیاً بالکتاب" کبھی کبھی آپ کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوتی تھی اور قرآنی فیصلہ ہوتا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ستر مقامات بیان فرمائے ہیں جن میں حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق قرآنی آیت نازل ہوئی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مخلصین ہیں، ہر وقت آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا شرف ان کو حاصل ہے، اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کے پاس سے ان کے ہٹ جانے سے ان رؤساء عرب کو ایمان کی توفیق ہو جاتی ہو تو اچھی بات ہے، ان کا بھلا ہو جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بہتر ہے اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ

ان فقراء صحابہ سے کہہ دو کہ جب رؤساء مشرکین آئیں تو وہ مجلس سے اٹھ جائیں اور ان کو موقع دیدیا کریں۔ ابھی یہ بات ہی ہوئی تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لیکر آ گئے۔ وہی بات واسطہ پر اعتراض تھا، اس واسطہ کو رؤساء مکہ نے ہٹانا چاہا اللہ پاک نے وحی بھیج دی "واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه" آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو صبح وشام یعنی علی الدوام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے۔ اور سورۃ انعام میں ارشاد فرمایا "ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه" اور آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے، بس یہی ان کا مقصد ہے۔ اس کے علاوہ کوئی غرض مال یا جاہ کی نہیں ہے، محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کا اور کوئی مقصد نہیں، اسی کو اخلاص کہتے ہیں۔ لہذا یہ وہ مبارک حضرات ہیں کہ ان کے اندر عبادت کے ساتھ ساتھ صفت اخلاص بھی ہے۔ اس کے بعد سورہ کہف والی آیت مبارک میں ارشاد فرمایا "ولا تعد عيناك عنهم تريد زينة الحياة الدنيا" یعنی دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان کی طرف سے ہٹنے نہ پائیں یعنی آپ یہ خیال نہ فرماویں کہ یہ رؤساء مکہ اور کفار قریش مسلمان ہو جائیں گے تو اسلام میں زیادہ جمال اور کمال ہوگا اور دین کو خوب ترقی ہوگی اس لئے کہ ظاہری سامان سے اسلام کا جمال و کمال نہیں بلکہ اسلام کا کمال اور ترقی اور رونق عبادت اور اخلاص کا ملہ میں ہے۔ چاہے یہ حضرات بھلے غرباء اور فقراء ہی ہوں، بس آپ ان فقراء اور غرباء کی طرف سے اپنی آنکھیں نہ ہٹائیے، انہیں غرباء سے اسلام کی زینت ہے، یہ مخلصین کی جماعت ہے، یہ اولیاء اللہ ہیں، یہ لوگ مقربان بارگاہ الہی ہیں، ان کی دل جوئی خود اللہ کو منظور ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا کیسا ایمان تھا اور ان کے ہر ہر عمل میں کس قدر اخلاص تھا کہ ان کی اطاعت و عبادت اور اخلاص کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمادیں۔ اس سے ان کو کس قدر مسرت ہوئی گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه" اور آپ اس شخص کا کہنا مت مانیے

جس کے قلب کو ہم نے (اس کی سرکشی اور ضد کے سبب) اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے "وكان امره فرطاً" اور اس کا یہ حال حد سے گذر گیا ہے۔ بہر حال یہ آیت نازل ہو گئی اور حضور اکرم ﷺ سے اللہ پاک نے فرمایا آپ ان مخلصین کی جماعت کو ان کافر و مشرک سرداروں کے کہنے کی وجہ سے علیحدہ نہ کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تسلی:

حضرت عمرؓ کو حضور اکرم ﷺ نے یہ آیتیں سنائیں تو حضرت عمرؓ زار و قطار رونے لگے اور خوف کرنے لگے کہ کہیں مجھ پر عذاب الہی نہ آجائے۔ حضرت عمرؓ بھی اپنے مشورہ میں مخلص تھے، آپ تو ان کے ایمان کی خواہش کرتے تھے۔ تو حضرت عمرؓ کی تسلی کے لئے آیت قرآن نازل ہو گئی۔ اللہ اکبر! کیا اخلاص تھا ان حضرات کا، تو حضرت عمرؓ کی تسلی کے لئے اللہ پاک نے فرمایا "واذا جاءك الذين يؤمنون بآياتنا فقل سلم عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة انه من عمل منكم سوء بجهل لثمت تاب من بعده واصلح فانه غفور رحيم" اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ یوں کہہ دیجئے کہ "سلم عليكم" یعنی تم پر سلامتی ہو، تمہارے رب نے مہربانی اپنے اوپر مقرر کر لی ہے اور بات یہ کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے اور ناواقفیت سے پھر اس کے بعد وہ توبہ کرے اور آئندہ اپنے عمل کی اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں اور بڑی رحمت والے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو مومنین مخلصین ہیں ان کی تعلیم اور ان کی دلجوئی مقدم ہے اور ان کفار کی اسکے پیچھے ایک چال تھی کہ جتنی دیر ہم بیٹھیں گے اتنی دیر تک یہ لوگ فیض نبوت اور دین سے محروم رہیں گے۔

حضور ﷺ کا معمول مبارک اس آیت کے نزول کے بعد:

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ ان کو تلاش کرنے کے لئے نکلے، دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں عبادت اور ذکر اللہ میں مشغول ہیں۔ آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا "الحمد لله الذين لم يمتني حتى امرني ان اصبر نفسي مع

رجال من امتی معکم الحیوة والممات“ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھ کو وفات نہیں دی یہاں تک کہ مجھ کو حکم فرمایا کہ اللہ نے میری امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے جن کے ساتھ مجھے یعنی نبی کو بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ اے لوگو تمہارے ہی ساتھ میرا جینا ہے اور تمہارے ہی ساتھ میرا مرنا ہے۔ (روح المعانی)

اور اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنا معمول یہ بنالیا تھا کہ مجلس کے ختم ہونے پر جب یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جمعین پہلے چلے جاتے اس کے بعد حضور اکرم ﷺ تشریف لیجاتے اور پہلے سے زیادہ آپ ان پر توجہ فرمانے لگے۔ میرے مخلص دوستو! آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا، وہی بات جو احقر کہتا چلا آرہا ہے کہ واسطہ پر ذرہ برابر جرح یا ان کی تنقیص اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور ان کے مقام کو آشکارا فرماتے ہیں۔ یہ کس قدر بلند صحابہ کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ سے فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھے، آپ ﷺ کی نگاہ ان سے ہٹنے نہ پائے، یہ صحابہ ہمارے محبوب ہیں، یہ ہمارے مقبول ہیں ان کا ہمارے یہاں ایک بلند مقام ہے۔ سبحان اللہ! اس سے ان حضرات صحابہ کے مقام ارفع کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایمان قبول کرو نہ کرو، ہمارا کوئی نفع نقصان نہیں:

اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مخلصین کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے کلام پاک میں صاف صاف ارشاد فرمایا کہ غرباء کی جماعت حضور ﷺ کے پاس سے ہرگز ہٹائی نہیں جاسکتی چاہے تم مجلس میں حاضر ہو یا نہ ہو اور چاہے تم اسلام قبول کرو یا نہ کرو۔ چنانچہ آگے ارشاد فرمایا ”وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر“ آپ ان روساء کفار سے صاف کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے۔ سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، اس میں ہمارا کوئی نفع یا نقصان نہیں بلکہ ایمان نہ لانے سے خود اپنا ہی ضرر اور نقصان ہے اور ایمان لانے سے اپنا ہی نفع ہے۔ پس اگر کافر رہو گے اس کی سزا سن لو۔

کافر کی سزا:

”انا اعتدنا للظالمین ناراً أحاط بہم سرادقہا وان یتستفیوا یغاثوا بماء کالمہل یشوی الوجوہ بنس الشراب و ساءت مرثفقا“ بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے دوزخ کی ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر پیاس کی وجہ سے فریاد کریں گے اور پانی طلب کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریادری کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا اور اس قدر تیز گرم ہوگا کہ پاس لاتے ہی ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا (حتی کہ چہرے کی کھال اتر کر گر پڑے گی۔ اللہ پاک اپنے فضل سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں اور جہنم کے عذاب اور جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائیں، آمین۔ بنس الشراب کیسا ہی برا پانی ہوگا، و ساءت مرثفقا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہوگی۔

ایمان و اعمال صالحہ کا صلہ:

یہاں تک تو اہل دوزخ کا کچھ تذکرہ تھا اس کے بعد اہل جنت کا ذکر فرماتے ہیں۔ ان الذین امنوا و عملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن عملاً۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے جو اچھی طرح کام کریں۔ ”اولئک لہم جنت عدن تجری من تحتہم الانہار یحلون فیہا من اساور من ذهب و یلبسون ثیابا خضرأمن سندس و استبرق متکین فیہا علی الارائک نعم الثواب و حسن مرثفقا“ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں، ان کی رہائش گاہوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ لوگ سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر تنکے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا صلہ ہے اور جنت کیا ہی اچھی جگہ ہے جو اہل ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو ملے گی۔

سبحان اللہ! پورا نقشہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کا کھینچ دیا اور اغنیاء اور فقراء کے حالات کو کھول کر رکھ دیا اور فقراء مومنین کی سعادت اور اغنیاء کافرین کی شقاوت کا مظاہرہ کرادیا۔ جنت کا ذکر الگ فرمایا اور دوزخ کا ذکر الگ فرمایا، جنتیوں کے صفات بھی بیان فرمائے اور دوزخیوں کے حالات بھی اور یہاں خصوصیت سے اہل جنت کے کپڑوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اغنیاء کفار نے غرباء صحابہ کے بارے میں یہی کہا تھا کہ ان کے کپڑوں سے پسینہ کی بدبو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات نہایت ناپسند ہوئی اور خاص طور پر ان کے کپڑوں کا تذکرہ فرمایا کہ اصل ٹھکانہ ان کا آخرت میں ہے اور جنت میں وہ اس چین اور سکون سے رہیں گے اور وہاں ان کے کپڑے اتنے اعلیٰ درجہ کے ہوں گے، ان کے مساکن بھی عمدہ ہوں گے اور مطاعم ملائیں بھی نفیس اور خوب تر ہوں گے اللہ پاک اپنے فضل سے ہم سب کو جنت اور اس کی دائمی نعمتیں عطا فرمائیں، آمین۔

صحابہ کے بارے میں سرٹیفکیٹ:

اور صحابہ کے ایمان اور ان کے مقام کو ظاہر فرمانے کے لئے ایک آیت نہیں، کئی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا "اولئک ہم المؤمنون حقاً" ان کے ایمان کی حقانیت کی خود اللہ تعالیٰ گواہی دے رہا ہے "لہم درجات عند ربہم و مغفرة و رزق کریم" ان کے رب کے یہاں ان کے لئے بڑے بڑے درجات ہیں، مغفرت ہے اور عمدہ رزق ہے۔ کہیں قرآن کہتا ہے "اولئک ہم الراشدون" کہیں ارشاد فرمایا "اولئک ہم المفلحون" یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں، یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا "واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو بطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم و لكن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان اولئک ہم الراشدون" اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ایمان کو ان کے لئے مزین کر دیا ہے۔ ان کے قلوب میں ایمان کو راسخ کر دیا ہے۔ اب ایمان ان کے لئے بے حد محبوب ہے "و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان" اور کفر، فسق اور عصیان ان کے لئے ناپسندیدہ بنا دیا ہے "اولئک ہم الراشدون" یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

صحابہ کا امتحان:

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے خود ان کا امتحان بار بار لیا ہے۔ کبھی بدر میں، کبھی احد میں، کبھی خندق میں تو کبھی حنین میں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا۔ کیا فرمایا؟ "اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ" ہم نے ان کے قلوب کا امتحان لیا، اور کہیں ارشاد فرمایا "والزہم کلمۃ التقویٰ" ہم نے کلمۃ التقویٰ ان کے لئے لازم کر دیا۔ اور لازم اس کو کہتے ہیں جو کبھی جدا نہ ہو جیسے برف کے لئے ٹھنڈک لازم ہے، آگ کے لئے گرمی لازم ہے۔ اسی طرح صحابہ کے لئے تقویٰ لازم ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ پاک خود فرما دیں کہ تقویٰ صحابہ کے لئے لازم ہے۔ اندازہ لگائیے کہ تقویٰ کی کیا شان ہوگی۔

صحابہ کی خوش نصیبی:

ہمارے استاد فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا کہنا بڑے خوش نصیب ہیں ان کو جو مدرسہ ملا وہ بیت اللہ جس کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، جن کے معاون اسماعیل ذبیح اللہ ہیں اور صحابہ کو جو استاد ملے وہ رسول اللہ ﷺ اور جو کتاب ملی وہ کتاب اللہ، قرآن مجید جو تمام کتابوں کی سردار ہے اور پیغمبر وہ ملے جو سب رسولوں کے سردار ہیں اور صحابہ یہ وہ جماعت ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا "اولئک حزب اللہ" یہ تو حزب اللہ ہیں، اللہ کا گروہ ہے، اللہ کی جماعت ہے "الا ان حزب اللہ ہم المفلحون" اور اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں صحابہ کی محبت، اور عظمت پیدا فرمائیں اور ہمیں صحابہ کے زمرہ میں شامل فرمائیں اور حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں، ایمان پر ہم کو خاتمہ نصیب ہو، آمین۔ حضرات صحابہ کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ یہ بہت مقدس اور منتخب جماعت تھی اور ان کے عجیب و غریب مناقب ہیں۔

جماعت صحابہ کیلئے اللہ کی طرف سے رضا مندی کا اعلان:

چنانچہ پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ایک ارشاد فرمایا "والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه" اور جو مهاجرین و انصار ایمان لانے والوں میں سب سے مقدم ہیں اور جتنے لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کیا اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے دو طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک سابقین اولین کا، دوسرے بعد میں ایمان لانے والوں کا اور دونوں طبقوں کے متعلق اعلان فرمایا "رضی اللہ عنہم ورضوا عنه" اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے فرمایا ہے "ومن رضى الله عنه لم يسخط عليه ابداً ان شاء الله تعالى" یعنی اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہو جاتے ہیں اس سے پھر کبھی ناراض نہیں ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عز و جل کو اگلی کچھلی سب چیزوں کا علم ہے۔ لہذا وہ اسی شخص سے راضی ہوتے ہیں جو آئندہ زمانہ میں بھی رضاء الہی کے خلاف کام کرنے والا نہیں ہے۔ لہذا کسی کے واسطے رضاء الہی کا اعلان اس بات کی ضمانت ہے کہ اس کا خاتمہ اور اس کا انجام بھی حالت صالحہ پر ہوگا اور اس سے آئندہ بھی رضاء الہی کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہوگا۔

ورضوان من اللہ اکبر:

صحابہ کے متعلق یہ بشارت اور اللہ پاک کا یہ اعلان بہت بڑا اعلان ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ دوسرے مومنین کے متعلق یہ اعلان جنت میں جانے کے بعد ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے اے جنت والو! وہ عرض کریں گے "لیک ربنا وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک" اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اور تعمیل ارشاد کے لئے موجود ہیں اور سب خیر اور بھلائی آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کے بعد اللہ جل شانہ دریافت فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے اے پروردگار جب کہ آپ نے

ایسی نعمتیں دی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں تو ہم کیوں راضی نہ ہوں؟ اللہ جل شانہ ارشاد فرمائیں گے کیا تم کو اس سے بھی افضل نعمت دیدو؟ وہ عرض کریں گے یا اللہ! ان نعمتوں سے افضل اور کیا ہوگا؟ اس کے جواب میں اللہ جل جلالہ فرمائیں گے خوب سمجھ لو میں ہمیشہ کے لئے تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں پس کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا (بخاری و مسلم شریف مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴۹۶) غور فرمائیے جنت میں جو کچھ نعمتیں ہوں گی ان تمام سے بڑھ کر یہ نعمت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے اپنی رضا مندی کا اعلان فرمائیں گے۔ اس اعلان سے اہل جنت کو جو خوشی ہوگی اس فانی عالم میں اس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ قرآن مجید میں ہے "ورضوان من اللہ اکبر" اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی یہ نعمت نصیب فرمائیں۔ اپنے فضل و کرم سے ہم سب سے راضی ہونے کا اعلان فرما دیں، آمین۔

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے لکھا ہے صحابہ دو باتوں سے بہت خوش ہوئے۔ پہلی مرتبہ جب قرآن کریم میں ان کے بارے میں "رضی اللہ عنہم" اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور دوسری مرتبہ جب خوش ہوئے جب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے "المز مع احبہ" آدمی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مذکور ہے کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد سے نکل رہے تھے مسجد کے دروازے پر ایک شخص ملا اور یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) قیامت کب آئے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے جو اس کے آنے کی جلدی کر رہے ہو، یہ بات سن کر وہ شخص دل میں کچھ شرمندہ ہوا اور پھر عرض کیا کہ میں نے قیامت کے لئے بہت نماز روزے اور صدقات تو جمع نہیں کئے مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو سن لو کہ تم قیامت میں اسی کے ساتھ ہوں گے جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم یہ جملہ مبارک حضور ﷺ سے سن کر اتنے خوش ہوئے کہ اسلام لانے بعد اس سے زیادہ خوشی کبھی نہ ہوئی تھی اور نہ اس کے بعد حضرت انسؓ نے فرمایا کہ الحمد للہ میں اللہ سے اس کے رسول سے اور ابو بکرؓ اور

عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں، اسلئے اس کا امیدوار ہوں کہ ان کے ساتھ ہوں گا۔ حوالہ (۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ پارہ ۱۳ ص ۲۶ حدیث ۸۷۷ مناقب کے بیان میں (۲) (معارف القرآن جلد ۵ ص ۵۶۸)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذہباً ما بلغ مداحدهم ولا نصيفه“ میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو ان کا مرتبہ یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے، اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دے تو ان کے یعنی صحابہ کے ایک ”مد“ بلکہ نصف مد جو کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ ان کا کمال اخلاص۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۳)

اقتداء کے قابل صحابہؓ کی جماعت ہے:

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جو شخص کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ صحابہؓ کی اقتداء کرے اس لئے کہ یہ حضرات پوری امت میں سب سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک ہیں اور علم کے اعتبار سے سب سے زیادہ گہرے علم والے ہیں اور تکلف اور تصنع میں سب سے کم ہیں۔ یہ وہ مبارک اور مقدس جماعت ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے پسند فرمایا۔ لہذا تم ان کی قدر پہچان لو اور ان کے آثار کا اتباع کرو کیونکہ یہ لوگ راہ مستقیم پر ہیں، ان کا طریقہ صراط مستقیم کے مطابق ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۲)

میں نے صحابہؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ”مارایت قوماً کانوا خيراً من اصحاب رسول اللہ ﷺ“ میں نے کوئی جماعت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھی۔ حضور اقدس ﷺ کے فیض صحبت نے ان کو نہایت اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا ہے۔

جماعت صحابہؓ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ:

صحابہ کرام کے اور بھی بہت سے مناقب ہیں۔ انہیں مناقب کی بنا پر اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے صحابی کے

مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: ”بیچ ولی بمرتبہ صحابی نرسد... الخ“ کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اولیس قرنیٰ کی شان کس قدر بلند ہے مگر اپنی بلند شان ہونے کے باوجود چونکہ ﷺ کے شرف صحبت سے مشرف نہ ہو سکے اس لئے ادنیٰ درجہ کے صحابہ کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے، حالانکہ کس قدر عالی مرتبہ ہے حضرت اولیس قرنیٰ کا مگر صحابی کے درجہ کے برابر نہ ہو سکے۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارکؓ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ؟ تو حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے جواب میں فرمایا آنحضرت ﷺ کی معیت میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ غبار بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے کئی گنا بہتر ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، ص ۲۰۵ دفتر اول)

صحابہؓ، ازواج مطہرات، اہل بیت کرام کی محبت کا ثمرہ:

اس لئے ہمیں چاہیئے کہ صحابہؓ سے سچے دل سے محبت کریں اور الحمد للہ ہمارے دلوں میں صحابہ کا بڑا احترام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”من احب اصحابی وازواجی واهل بیتی ولم یطعن فی واحد منهم وخرج من الدنیا علی محبتهم“ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ اور ازواج اور اہل بیت سے محبت کریگا اور ان میں سے کسی پر طعن نہ کریگا اور کسی کی بدگویی نہ کریگا اور ان کی محبت دل میں رکھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگا تو وہ قیامت کے روز میرے ساتھ ہوگا۔

(نزهة المجالس، جلد دوم)

لہذا اپنے دلوں میں جس قدر ہو سکے صحابہؓ، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور اہل بیت کرام کی محبت اپنے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اسی محبت پر اپنے دل و دماغ جمانے کی کوشش کریں۔

صحابہؓ پر تنقید:

بزرگو اور عزیز دوستو! ان باتوں کو سمجھئے اور اپنے دل میں حضرات صحابہؓ کی محبت اور احترام کو پیدا کیجئے اور اس پر قائم رہیئے اور اس پر اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کرتے رہیئے، ورنہ

آجکل فتنوں کا دور دورہ ہے مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے اسلام ہی کا نام لیکر عظمت صحابہ کو کم کرنے اور ان کی مقدس حیات طیبہ کو داغدار بنانے کی کوشش کی ہے، ان کو اپنی تنقید کا ہدف اور نشانہ بنایا ہے حالانکہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا ہے۔

میرے صحابہ کو تنقید کا نشانہ مت بنانا:

چنانچہ مشہور حدیث ہے اور جمعہ کے دوسرے خطبہ میں بھی بسا اوقات یہ حدیث آپ حضرات سنتے ہوں گے۔ حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم من بعدی غرضاً فمن احبہم فحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم" یعنی میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو اپنی تنقید اور ملامت کا نشانہ مت بنانا، جو ان سے محبت کریگا تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کریگا، میرے ساتھ ان کی نسبت ہے، وہ میرے ہم نشین ہیں، میری صحبت ان کو حاصل رہی ہے۔ لہذا جس شخص کو مجھ سے حقیقت میں محبت ہے، وہ میرے صحابہ سے بھی محبت کریگا "ومن ابغضہم" اور جو ان سے بغض رکھے گا تو دراصل میرے ساتھ اس کو بغض ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے) اسی بغض کی وجہ سے وہ میرے صحابہ سے بغض رکھتا ہے اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "ومن اذاہم فقد اذانی" جس شخص نے میرے اصحاب کو تکلیف پہنچائی تو یقیناً اس موزی نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ غور کیجئے صحابہ کی شان میں لب کشائی کس قدر خطرناک ہے۔ نبی کریم ﷺ ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف ارشاد فرما رہے ہیں اور جو حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائے اس کا کیا انجام ہوگا۔ اس کے متعلق فرمایا "ومن اذانی فقد اذی اللہ" اور حضور ﷺ فرماتے ہیں اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی "ومن اذی اللہ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائے تو اللہ تعالیٰ عنقریب اسکو پکڑ لیگا اس کو دبوچ لیگا۔ بزرگو! آپ نے غور فرمایا صحابہ سے بدگمانی اور ان کی شان میں گستاخی کتنی خطرناک ہے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

صحبت رسولؐ کے فیضان پر حضرت پرتا پگڑھیؒ کی عارفانہ دلیل:

بزرگو! حضور اقدس ﷺ کی صحبت معمولی چیز نہیں ہے۔ اس زمانہ میں اگر کوئی شخص طلب صادق کے ساتھ کسی شیخ کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے اور اللہ والے کی جوتیاں سیدھی کرنے لگتا ہے، ان کی ہدایت پر عمل کرنے لگتا ہے تو اسکی کا یا پلٹ ہو جاتی ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ کی صحبت کا کیا پوچھنا، انڈیا میں پرتاپ گڑھ ایک جگہ ہے وہاں کے ایک بزرگ عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد پرتا پگڑھیؒ ہوئے ہیں، ابھی حال میں ان کا انتقال ہوا ہے، مسلم بزرگ ہیں، اللہ جل جلالہ کے عشق میں فنا تھے۔ حکیم اختر صاحب مدظلہم العالی ان کی خدمت میں رہے ہیں حکیم صاحب مدظلہ نے صحبت کے متعلق ان کا ایک عجیب ایمان افروز ملفوظ نقل فرمایا ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت معلوم ہوتی ہے۔ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جادو گروں کا مقابلہ ہوا تھا، جادو گروں پر اللہ تعالیٰ نے حقیقت کھول دی اور ان کو ہدایت عطا فرمائی اور اسی مجلس میں فرعون اور اس کے درباریوں اور پورے مجمع کے سامنے کیا کہا اس کو بیان فرماتے ہوئے حضرت پرتا پگڑھیؒ فرماتے ہیں کہ جادو گروں نے کہا "امنا بر رب العلمین" ہم رب العالمین پر ایمان لاتے ہیں "رب موسیٰ و ہارون" جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ جادو گروں نے امنا بر رب العلمین کے بعد رب موسیٰ و ہارون کیوں کہا تھا؟ تاکہ فرعون کی ربوبیت سے مطلق نفی ہو جائے اس لئے کہ وہ خود کو ربکم الاعلیٰ کہلواتا تھا لہذا "رب موسیٰ و ہارون" کہہ کر یہ ظاہر کر دیا کہ ہم تجھ پر نہیں، حقیقت میں جو رب العالمین ہے اس پر ایمان لائے، وہ رب العالمین جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ اب بات بالکل واضح ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ جادو گر فرعون کی ربوبیت کا مطلقاً انکار کر رہے ہیں۔ اب دیکھئے جادو گر ابھی ابھی ایمان لائے ہیں اور ایمان کے بعد ایک نظر نبی کو دیکھا ہے، ایک نظر ایمان کے ساتھ نبی کو دیکھنے سے یہ مقام عطا ہوتا ہے کہ ستر ہزار جادو گروں نے فرعون کو کھلی دھمکی دی "فافض ما انت قاض" حضرت فرماتے ہیں اس کا ترجمہ میں یہ کرتا ہوں "ابے کر جو تجھے کرنا ہو" تو اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے "انما تقضی هذه الحیوة الدنیا" تیرا فیصلہ یہی ہوگا کہ تو ہمیں

عدلاً، پس جو شخص ان کو برا کہے، ان کی شان میں گستاخی کرے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض قبول کریگا نہ نفل۔

(مظاہر حق قدیم، ص ۵۷۸، جلد ۳)

صحابہؓ پر اعتماد انتہائی درجہ ضروری ہے:

بزرگان محترم! صحابہؓ پر اعتماد اور ان سے حسن ظن انتہائی درجہ ضروری ہے جیسا کہ شروع میں احقر نے عرض کیا تھا کہ صحابہ کرامؓ تو حضور ﷺ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ ہیں، اس واسطہ پر جب اعتراض کیا گیا تو اللہ پاک نے جواب عطا فرمایا اس لئے اس واسطہ پر لب کشائی کرنا اور ان سے بدگمانی رکھنا انتہائی غلط اور خطرناک ہے۔ اس واسطہ پر اعتماد ضروری ہے، انہی کے ذریعہ ہمیں قرآن پہنچا ہے، دین اور شریعت پہنچا ہے۔ احادیث کا پورا ذخیرہ انہی سے منقول ہے۔ اگر یہ صحابہ کرامؓ یہ قابل اعتماد نہ رہے تو پھر کوئی بدین قرآن و حدیث پر بھی شک کر سکتا ہے۔ اس واسطہ کے متعلق علامہ ذہبیؒ نے بڑی عمدہ بات فرمائی ہے جسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے نقل فرمایا ہے۔

طعن کرنے والا دین سے نکل گیا:

علامہ ذہبیؒ نے جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فضائل صحابہؓ سے وہی شخص واقف ہے جو ان کے حالات اور ان کی زندگی سے واقف ہو۔ حضور اقدس ﷺ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد ان کے حالات کو جانتا ہو، دین کی خاطر ان حضرات نے کفار سے جہاد کیا، شعائر اسلام کو عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کلمہ بلند کیا اور فرائض و سنن کی تعلیم کی۔ اگر وہ نہ ہوتے تو دین کی کوئی اصل یا فرع ہم تک نہ پہنچتی اور ہم کسی سنت یا فرض سے واقف نہ ہوتے اور نہ حضور ﷺ کی احادیث اور حالات ہم تک پہنچتے۔ لہذا جو ان کی شان میں گستاخی کرے وہ دین سے نکل گیا اور مسلمانوں کے طریقے سے خارج ہو گیا اس لئے کہ انسان کسی کے اوپر اس وقت تک طعن نہیں کرتا جب تک کہ اس کے دل میں ان کی طرف سے دل میں بغض نہ ہو اور جب تک ان فضائل کا جن

مار ڈالے، دنیا کی زندگی ختم ہو جائے، بس اس کے بعد تو کچھ نہیں کر سکتا کتنی کھلی بات ہے اور کس قدر ایمانی جرأت کا مظاہرہ ہے حالانکہ ابھی مقابلہ کے لئے آئے تھے اور ابھی ابھی ایمان عطا ہوا ہے۔ نہ صحبت ملی، نہ نبی کے ساتھ نماز پڑھی، نہ جہاد کیا، نہ نبی سانھ کھانا کھایا مگر یہ چند سیکنڈ میں نبی کا کیا فیض ہوا جو ایمان کے اتنے بلند مرتبے پر ان کو لے گیا۔ تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو سید الانبیاء ہیں، ان کی صحبت سے ایمان کا کیا مرتبہ حضرات صحابہؓ کو حاصل ہوا ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ میری شریعت کا اتباع کرتے تو وہ حضرات صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھیں، کھانا کھایا، مدتوں رات دن ساتھ رہے، جہاد کیا، ان کو کس درجہ کا ایمان عطا ہوا ہوگا۔ ان کی بلندی کا کیا مقام ہوگا، کیا ان پر زبان درازی کی جاسکتی ہے؟

(عظمت صحابہ ص ۹-۱۰، مرتبہ حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاچپوری صاحب مدظلہم العالی)

اللہ کی لعنت ہو:

بزرگو اور دستو! کیا اس کے بعد بھی اب کوئی شخص صحابہؓ کے متعلق لب کشائی کی جرأت کر سکتا ہے؟ امت اس سے دور رہے اور مکمل اجتناب کرے، یہی مقصد میری اس تفصیل کا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اذا رايتم الذين يسبون اصحابي فقولوا لعنة الله على شرکم" جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو تمہارے اس فعل بد پر اللہ کی لعنت ہو۔

(ترمذی شریف جلد ۲، ص ۶۲۶) (مسلم شریف جلد ۲، ص ۳۱۰) (مشکوٰۃ ص ۵۵۳)

نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل:

مزید ارشاد فرمایا حضور اکرم ﷺ نے "ان الله اختارني واختار لي اصحاباً" اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے صحابہ کو منتخب کیا، ان کو میرا وزیر اور مددگار اور رشتہ دار بنایا "فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ولا يقبل الله منهم صرفاً ولا

کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ان کا منکر نہ ہو اور جب تک ان فضائل و مناقب کا منکر نہ ہو جو حضور ﷺ ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں، اگر قرآن و حدیث کے ان فضائل و مناقب کو ماننا تو ان پر طعن نہ کرتا۔

واسطہ پر طعن اصل پر طعن ہے:

اور ایسا شخص دین سے اس وجہ سے بھی نکل گیا کہ جو کچھ قرآن و حدیث میں منقول ہے وہ سب حضرات صحابہ ہی سے منقول ہے اور اس نقل میں صحابہ افضل ترین وسیلہ ہیں اور وسیلہ پر طعن اصل پر طعن شمار ہوتا ہے اور ناقل پر عیب لگانا منقول پر عیب لگانا ہے اور یہ باتیں اس شخص کے لئے مفید ہوں گی جو غور و فکر سے کام لے اور نفاق و زندقہ سے اس کا عقیدہ پاک اور صاف ہو، دل میں خالص ایمان ہو اور اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی سچی محبت دل میں ہو۔

(شریعت و طریقت کا تلازم ص ۲۲-۳۲، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶ جلد ۴)

خلاصہ کلام:

بزرگان محترم! الحمد للہ صحابہؓ کے مقام اور ان کے مناقب کے متعلق کچھ باتیں عرض ہو گئیں۔ اللہ پاک ہم سب کو اس مقدس جماعت کا احترام نصیب فرمائیں اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت اور عظمت پیدا فرمائیں اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرماویں، اللہم آمین۔ آج دنیا میں نئے نئے قسم کے فتنے ہیں، ہمارے سامنے بھی یہ فتنہ آسکتا ہے لہذا اگر اس سلسلہ میں کچھ لوگ کلام کریں تو ان کی باتوں میں آکر صحابہ کی عظمت کو اپنے دلوں سے ہم کم نہ کریں۔ اللہ پاک ہمارے کہنے سننے کو قبول فرماویں اور اپنی رضا والی زندگی اور اپنی رضا والی موت نصیب فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ سبحان الله وبحمده سبحانک اللهم وبحمدک ونشهد ان لا اله الا انت نستغفرک ونتوب الیک۔

وصیت کی اہمیت اور ترکہ کی تقسیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن الرحيم يا ايها الذين امنوا كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية . للوالدين والاقربين بالمعروف حقا على المتقين .

وصیت کا مقام:

بزرگان محترم! میں نے ایک آیت پڑھی ہے، تھوڑے سے وقت میں اس کا مفہوم سمجھانا چاہتا ہوں اور ایک اہم بات جس کی طرف ہماری توجہ نہیں ہے آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم میں جتنے احکام اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم حکم وصیت کا بھی ہے اور بھی دیگر آیات میں وصیت کا مضمون ذکر کیا گیا ہے۔ جب تک ترکہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے اس وقت یہی حکم تھا کہ مسلمان اپنا وصیت نامہ لکھ دے کہ ماں باپ کو اتنا اتنا ملے گا، فلاں رشتہ دار کو اتنا ملے گا، اولاد کو اتنا ملے گا۔ اپنا وصی بنالے، یہ اس وقت فرض تھا۔ ارشاد فرمایا "یا ایہا الذین امنوا کتاب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف"

ذوی الفروض وارث:

لیکن سورہ نساء کی آیتیں نازل فرما کر اللہ عز و جل نے خود ہی تمام وارثین کے حصے بیان فرمادیئے۔ عامۃ وراثہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک ذوی الفروض اور دوسرے غصبہ، اور وراثہ کی ایک قسم ذوی الارحام ہے۔ ذوی الفروض ان وراثہ کو کہتے ہیں جن کا حصہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمادیا ہے کہ ماں باپ کو اولاد کے انتقال پر اتنا اتنا حصہ ملے گا، باپ کا

انتقال ہو جائے تو اولاد کو اتنا حصہ ملے گا، بیوی کے انتقال پر شوہر کو اتنا حصہ ملے گا، شوہر کے انتقال پر بیوی کو اتنا حصہ ملے گا۔ یہ ہیں ذوی الفروض۔ اللہ پاک نے ان کے حصے بیان فرمائے ہیں ”یوصیکم اللہ فی اولادکم“ (سورہ نساء کا دوسرا رکوع) میں تفصیل بیان فرمائی ہے۔

عصبہ اور ذوی الارحام وارث:

اور ایک قسم ہے ورثاء کی ”عصبہ“ عصبہ ان وارثوں کو کہتے ہیں کہ ذوی الفروض وارثوں میں سے جو موجود ہوں ان کو ان کا مقررہ حصہ دینے کے بعد جو مال بچ جائے یہ بچا ہوا مال ان وارثوں کو ملتا ہے۔ کتنا کتنا مال ملے گا اس کے طریقے بھی بیان کئے ہیں اور وارثوں کی ایک قسم ذوی الارحام ہے۔ جب ذوی الفروض وارثوں میں سے کوئی وارث نہ ہو، اسی طرح عصبہ وارثوں میں سے بھی کوئی وارث موجود نہ ہو تو اس وقت ذوی الارحام کو حصہ ملتا ہے۔ قرآن وحدیث میں ان کی تفصیل مذکور ہے اور فقہاء نے اس کی بڑی وضاحت فرمائی ہے۔ علم فرائض ایک مستقل فن ہے۔ اس فن میں کئی کتابیں ہیں، فرائض کی مشہور کتاب سراجی ہے، مفید الوارثین ہے، معین الفرائض ہے۔ اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں۔ اللہ پاک ان فقہاء کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بڑا کام انہوں نے کیا ہے، قرآن وحدیث کا نچوڑ مرتب کر دیا ہے۔

وصیت کرنا منسوخ ہو گیا:

تو میں عرض کر رہا تھا کہ شروع میں وصیت فرض تھی اور اسی کے مطابق عمل ہوتا تھا مگر جب سورہ نساء کی آیت ”یوصیکم اللہ فی اولادکم“ نازل ہوئی تو وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اب وصیت کرنا فرض نہیں رہا۔ ہاں مستحب ضرور ہے اور وصیت کرنے پر اجر و ثواب ملے گا کہ اہمیت اب بھی باقی ہے۔ اپنی وصیت تیار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمن بندہ کو اپنی موت و آخرت کی فکر ہے۔

وصیت نامہ لکھنے کی اہمیت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت میں ہے ”قال رسول اللہ ﷺ ما حق امری مسلم لہ شیء یوصی فیہ بیت لیلین الا ووصیتہ مکتوبہ عندہ متفق علیہ“ (مشکوٰۃ شریف، ۲۶۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مسلمان مرد کے مال یا آپسی تعلقات کے متعلق کوئی بات وصیت کے قابل ہو تو اسے چاہیے کہ دو راتیں بھی ایسی نہ گذریں مگر یہ کہ اسکے متعلق وصیت نامہ لکھ کر اپنے پاس رکھے۔ یہاں دو راتوں سے مراد ”عرصہ قلیل“ ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ تھوڑا عرصہ اور تھوڑا وقت بھی ایسا نہ گذرنا چاہیے کہ وصیت نامہ لکھا ہوا موجود نہ ہو کیونکہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ نہ معلوم کس وقت زندگی کا سلسلہ ختم ہو جائے اور وصیت نامہ نہ ہونے کی وجہ سے ورثاء لاعلم ہوں گے اور بہت ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے کسی کی حق تلفی ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں جیسے ہی میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی میں نے اپنا وصیت نامہ لکھ کر اپنے سرہانے رکھ لیا۔ لہذا اگر کسی کا کوئی حق اپنے اوپر باقی ہو، کسی کی کوئی امانت اپنے پاس رکھی ہوئی ہو اگر وصیت نامہ کے اندر ان باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا تو حق والے کو حق آسانی سے پہنچ جائے گا، ورثاء کے لئے بہت آسانی ہو جائیگی۔

وصیت نامہ پر کیا ملے گا؟

وصیت نامہ لکھنے پر کیا ملے گا؟ کیا ثواب ہے؟ ابن ماجہ شریف کی ایک روایت ہے ”عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من مات علی وصیۃ مات علی سبیل وسنۃ ومات علی تقی وشہادۃ ومات مغفوراً لہ، رواہ ابن ماجہ“ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۶)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مرا تو وہ صراط مستقیم اور سنت پر مرا اور تقویٰ وشہادت پر مرا۔ یعنی متقیوں اور شہیدوں میں داخل ہوگا اور اس حال میں مرے گا کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔ غور کیجئے وصیت نامہ لکھنے پر کتنا بڑا درجہ اس کو ملا۔ اللہ پاک ہمیں توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

اس ملک (یورپ) میں وصیت کی اہمیت:

اب اس ملک میں وصیت اور بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اسلئے کہ یہاں کے قانون میں ہے کہ شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کا پورا مال بیوی کو ملتا ہے اور بیوی کا انتقال

ہو جائے تو پورا مال شوہر کو مل جاتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے وہ بیٹیوں کو دیتا ہے، بہنوں کو دیتا ہے ورنہ کون دیتا ہے؟ تو یہاں کے قانون کے مطابق اگر وہ وصیت نامہ لکھ کر گیا ہے تو پھر اس کے مطابق عمل ہوگا۔ اس لئے وصیت نامہ لکھ کر تیار رکھو۔ کم از کم اپنے وصیت نامہ میں یہ لکھ کر رکھو کہ میرے اتنے وارث ہیں، میری بیوی ہے، میرے اتنے بیٹے ہیں، میری اتنی بیٹیاں ہیں، میرے انتقال کے بعد اگر میرے یہ ورثاء موجود ہوں تو شریعت کے مطابق میرا ترکہ تمام ورثاء کو دیا جائے۔ میرے انتقال کے بعد اسلام کے قانون کے مطابق ترکہ تمام وارثوں کو دیا جائے یہاں کے مقامی انگلش دان علماء ہیں ان سے تحقیق کر لیں۔ انگلش میں وصیت نامہ کس طرح لکھا جائے۔ انشاء اللہ کسی مفتی اور قدیم عالم کے پاس اس کا نمونہ مل جائے گا۔ اس کو سامنے رکھ کر وصیت نامہ لکھ دیا جائے۔

وصیت کی چند قسمیں ہیں:

وصیت کی چند قسمیں ہیں۔ ایک وصیت مستحب ہے جیسا کہ کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں کوئی قانون نہ ہو۔ اسکے انتقال کے بعد شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا اس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی تو ایسے مقام پر وصیت لکھ کر رکھنا مستحب ہے۔ اور ایک وصیت کرنا فرض ہے جبکہ اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو یا کسی کی امانتیں اس کے پاس ہوں، یا خدانخواستہ اس کے ذمہ کچھ سالوں کی زکوٰۃ باقی رہ گئی ہو، نمازیں ذمہ میں باقی ہوں اور ان کو نہ پڑھ سکا ہو، قضا اس کے ذمہ باقی ہے اور اس کے پاس مال بھی ہے تو ایسی صورت میں وصیت نامہ لکھنا فرض ہے۔ اگر حج نہ کر سکا تو حج بدل کی وصیت کر جائے اسی طرح عورت جو محرم نہ ملنے وجہ سے حج نہ کر سکی اور مال بھی موجود ہو وہ بھی وصیت کر جائے۔

اپنے ذمہ قرض ہو تو وصیت نامہ میں لکھ دو:

کسی کا قرض ہو تو وصیت لکھ کر واضح کر دو کہ فلاں کا میرے ذمہ قرض ہے۔ مثلاً پانچ ہزار روپے قرض ہے۔ اگر آپ نے وصیت کی ہوگی تو آپ کے ورثاء اس شخص کو قرض ادا کر دیں گے۔ اگر وصیت نہیں کی ہے اور وہ قرض خواہ اپنے قرض پر کوئی گواہ پیش نہ کر سکا تو بے چارہ لٹک

جائیگا، اس کا قرض باقی رہ جائے گا اور مرنے والے پر اس کا وبال رہیگا۔ ایسی صورت میں بھی وصیت کرنا فرض ہے۔

حقداروں کو حق نہیں ملے گا تو اس صورت میں بھی ضرور وصیت کر دے:

اسی طرح اگر آپ کو معلوم ہے کہ میرے وارث ایسے ہیں کہ وہ شرعی حقداروں کا حق بھی ادا نہیں کریں گے تو اس وقت بھی وصیت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً کچھ دن پہلے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا ہمارے یہاں بہنوں کا ورثاء حق ادا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ بہنوں کی شادی میں باپ نے خوب خرچ کیا تھا، ان کو جنس اور زیور چڑھایا تھا۔ بس ان کا حق ادا ہو گیا۔ میں کہتا ہوں اگر ایسا ہی ہے تو تمہارے والد نے تمہاری شادی کے وقت بھی خوب خرچ کیا تھا تو تم اور تمہاری بہنیں برابر ہو گئیں۔

شادی کے وقت بیٹیوں کا وراثتی حق ختم نہیں ہو جاتا:

یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر والد مرحوم نے بہنوں کی شادی کے وقت ان کو زیور دیا ہو اور ان پر خرچ کیا ہو تو اس سے ان کا وراثتی حق ختم نہیں ہو جاتا۔ ان کا وراثتی حق باقی رہتا ہے۔ جس طرح لڑکیوں کی شادی پر خرچ کرنے سے لڑکوں کا حق وراثت ختم نہیں ہوتا اسی طرح ان بہنوں کا بھی حق وراثت ختم نہیں ہوتا۔ بہر حال اگر کسی کو معلوم ہو یا اندازہ ہو کہ میرے انتقال کے بعد میرے تمام ورثہ کو حق نہیں دیا جائے گا ایسی صورت میں بھی وصیت کرنا ضروری ہے تاکہ بعد میں تمام حقداروں کو حق مل سکے اور یہ وصیت نامہ اس کے لئے معین اور مددگار بن جائیگا۔

کسی وارث کو محروم کرنے کا گناہ:

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ وصیت نامہ میں کسی وارث کو محروم نہ کرے یا ایسی کوئی وصیت نہ کرے کہ اس سے کسی کو نقصان پہنچے۔ انصاف اور حق کے ساتھ وصیت کرے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی وارث سے ناراضگی ہوتی ہے اور اسے معلوم ہے کہ میرے انتقال کے

بعد اس کو ترکہ میں سے حصہ ملے گا تو وہ اس قسم کی وصیت کرتا ہے کہ وہ محروم ہو جائے یا اس کو نقصان پہنچے تو ایسی وصیت کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور اس پر بہت سخت وعید ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ان الرجل ليعمل والمرأة بطاعة الله ستين سنة ثم يحضرهما الموت فيضاران في الوصية فتجب لهما النار" فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، مطلب کہ اپنی پوری زندگی موت تک اللہ کی اطاعت میں لگے رہتے ہیں، ماشاء اللہ نمازوں کی بھی خوب پابندی کی جج بھی کر لیا، عمرہ بھی کر لیا لیکن انتقال کے وقت ایسی کوئی وصیت کردی کہ کسی وارث کو ضرر اور نقصان پہنچا دیا تو حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ان کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی من بعد وصية يوصي بها او دين غير مضار وصية من الله والله عليم حكيم تلك حدود الله ومن يطع الله ورسوله يدخله جنن تجري من تحتها الانهار خالدين فيها وذلك الفوز العظيم

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۵)

یہ سب خداوندی ضابطے ہیں:

آیت کریمہ کا ترجمہ اور مختصر تشریح یہ ہے کہ میت کی وصیت کے بقدر مال الگ نکالنے کے بعد وارثوں میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا جس کی وصیت کردی جائے، یا اگر مرنے والے پر کسی کا قرض ہو تو اس کو نکالنے کے بعد بشرطیکہ وصیت کرنے والا وارث کو ضرر نہ پہنچائے۔ یہ سب احکام جو اوپر بیان کئے گئے ہیں ان سب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں، کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا سب کو اللہ جانتے ہیں اور نہ ماننے والوں کو جو فوراً سزا نہیں دیتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حلیم بھی ہے تلک حدود اللہ یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری پوری اطاعت کریگا اور ان قوانین اور ضابطوں کی پابندی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

معلوم ہوا کہ میراث کے اور وصیت کے احکام اللہ کے قانون ہیں، جن وارثوں کو حصہ ملتا ہے وہ اللہ کے قانون سے ملتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی اس کو دلاتے ہیں۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ ہی اس کو دلا رہے ہیں پھر بھی کوئی اس کو محروم کرنے کی کوشش کریگا تو وہ اللہ کے احکام سے روگردانی کر رہا ہے اور گویا اللہ کے اس قانون پر وہ راضی نہیں ہے اور جو اللہ کے قانون کو نہ مانے اس کے خلاف کرے تو یہ بہت بڑی بدبختی ہے اور اس کے لئے حضور اکرم ﷺ نے جہنم کی شدید وعید بیان فرمائی ہے۔ لہذا وصیت کر کے کسی وارث کو محروم کرنے کی کوشش کرنا بہت سنگین گناہ ہے اور حرام ہے۔

جو وارث کو محروم کریگا اللہ اس کو جنت سے محروم کر دیں گے:

دوسری حدیث میں ہے "عن انس" قال قال رسول الله ﷺ من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة" حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم کر دیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۶)

لڑکوں کے حصہ کا تعین لڑکیوں کے حصہ کے تعین پر موقوف ہے:

بزرگو! ہماری بات یہ چل رہی تھی کہ بہنوں کو حصہ دینا ضروری ہے۔ یہ اللہ کا حکم ہے، اس کا ماننا ضروری ہے مولانا مفتی محمد عاشق الہی دامت برکاتہم و مدت فیضہم نے اس سلسلہ میں بہت عجیب بات تحریر فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کے حصہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے للذکر مثل حظ الانثیین فرمایا" ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔ یعنی لڑکیوں کا حصہ علیحدہ سے بتایا ہی نہیں بلکہ لڑکیوں کا حصہ بتاتے ہوئے لڑکوں کا حصہ بتایا۔ (وصیت اور میراث کے احکام، ص ۴۳)

تو میت کے مال میں سے جب تک میت کی لڑکیوں کا حصہ متعین نہیں کریں گے لڑکوں کا شرعی حصہ متعین ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا اگر شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا چاہتے ہو تو لڑکیوں کا حصہ بھی متعین کرو اور ان کو بھی ان کا حق ادا کرو تب ہی تمہاری تقسیم شریعت کے مطابق ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس پر جنت عطا فرمائیں گے۔

والدین کی خدمت ان پر احسان نہیں ہے:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنے کسی ایک لڑکے کے ساتھ رہتے ہیں اور ان کے بقیہ بچے الگ رہتے ہیں اب جو بیٹا ساتھ رہتا ہے وہ والدین کی خدمت زیادہ کرتا ہے تو یہ اس بیٹے کی سعادت مندی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو والدین کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔ یہ لڑکا ماں باپ پر اپنا احسان نہ سمجھے۔ اگر اس نے ماں باپ کی خدمت کی تو یہ ان کا حق تھا۔ اب اس خدمت کا صلہ اور اجر اللہ اس کو قیامت کے دن عطا فرمائیں گے اس خدمت کی وجہ سے وہ تنہا خود کو وارث سمجھنے لگے تو یہ بہت غلط ہوگا اور اس خدمت سے اگر کچھ غلط فائدہ اٹھائیگا تو اس کا گناہ ہوگا۔

والدین کا حق:

ہم کیا ماں باپ کی خدمت کا حق ادا کر سکتے ہیں؟ ایک حدیث میں نے اپنے اکابر سے سنی ہے۔ کتاب میں تلاش کی لیکن ابھی تک مجھے نہیں ملی، کاش مل جاتی۔ وہ یہ ہے کہ ایک صحابی رسولؐ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) میں نے اپنے ماں باپ کی خدمت کی یہاں تک کہ وہ بوڑھے ہو گئے تو میں نے اپنے کندھے پر بٹھا کر ان کو حج کرایا، طواف کرایا تو کیا ان کا حق ادا ہو گیا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیری ولادت کے وقت تیری ماں نے جو آہ بھری تھی اس کا عشر عشر بھی ادا نہیں ہوا۔ لہذا اگر کوئی بیٹا والدین کی خدمت کر رہا ہے تو سعادت مندی سمجھے۔ یہ خیال نہ کرے کہ میں نے ان کا حق ادا کر دیا اور والدین پر احسان جتائے یا اس خدمت کی وجہ سے ان سے غلط فائدہ اٹھائے۔ زمین جائیداد اپنے نام پر کرا لے اس طرح لکھوا لینے سے وہ حلال نہیں ہو جائیگا۔ یہ حرام ہے خواہ پھر حج پر حج کرتے رہو، پہلی صف میں نماز پڑھتے رہو، دینداروں کی صورت بنا لو مگر حق دبانے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگا اور بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل فرمادیں کیونکہ فرض فرض ہے، سنت سنت ہے، نفل نفل ہے۔ ابھی میں مجدد الف ثانیؒ کے ملفوظات پڑھ رہا تھا۔ فرماتے ہیں ایک آدمی مثلاً دس روپے خیرات کر رہا ہے لیکن پانچ روپے جو زکوٰۃ

فرض ہے وہ ادا نہیں کر رہا ہے تو یہ تارک فرض ہوگا اور دوسرا شخص صرف پانچ روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے رہا ہے تو یہ فرض پر عمل کرنے والا شمار ہوگا۔ اور فرض ادا کرنے والے کا درجہ نفل ادا کرنے والے سے بہت بڑا ہے۔ اسی طرح ہر وارث کا شرعی حق ادا کرنا فرض ہے یہ ہمارا اس پر کوئی احسان نہیں ہے۔

فرق مراتب کو ملحوظ رکھو:

اسلئے جو شرعی وارث ہیں وہ بھائی ہوں یا بہن ان کا حصہ پورا پورا ادا کرنا چاہیے۔ بعض سمجھدار لوگ اپنے بھائیوں کو تو حق دیدیتے ہیں مگر بہنوں کو نہیں دیتے۔ یہ غلط ہے اور حرام ہے۔ بہن تو قابل رحم ہے۔ اسی اعتبار سے کہا گیا ہے کہ تمہارے سامنے بہن آئے گی، بیٹی آئیگی، ماں آئیگی ہر ایک کے ساتھ الگ الگ برتاؤ کرنا۔ بیٹی آئے تو شفقت کی نگاہ سے دیکھا کرو، ماں آئے تو اطاعت کی نگاہ سے دیکھو۔ یہ فرق مراتب ہیں۔ اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ مگر آج الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ آج حال یہ ہے کہ ماں سامنے آتی ہے تو حکومت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور بیوی سامنے آتی ہے تو اطاعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تو شریعت نے ہر ایک کا درجہ رکھا ہے۔ تو بہن کو محروم کر دینا حرام ہے۔ یہ دوسری قسم کی وصیت ہوئی۔

وصیت کی تیسری قسم:

وصیت کی تیسری قسم وصیت حرام ہے۔ جیسے کسی گناہ کی وصیت کرنا کسی کا حق مارنا کسی کو محروم کر دینا جس کا بیان اوپر ہوا۔ کسی بیٹے کو عاق قرار دینا اور عاق قرار دے کر اس کو وراثت سے محروم کر دینا۔ مگر یہ مسئلہ ذہن میں رہے کہ کوئی کسی طرح وصیت کرے اور عاق قرار دے کر محروم کرنے کی تحریر لکھ دے مگر ہماری اس غلط وصیت سے شرعاً وہ محروم نہ ہوگا اور اس کا جو شرعی حصہ ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ مگر ہم ایسی وصیت کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے اور وہ محروم نہ ہوگا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ وہ نافرمانی کر رہا ہے، والدین کا دل دکھا رہا ہے تو اس کا وبال الگ اور مستقل ہے۔ مگر نافرمانی وراثت سے محرومی کا سبب نہیں

ہے لہذا ایسی وصیت نہ کرنا چاہیے، کسی کو میراث سے محروم کرنا اپنے کو جنت سے محروم کرنا ہے۔

ہمارے زمانہ کی حالت کا نقشہ:

لوگوں کے حالات بہت بدل رہے ہیں، خوف خداوندی لوگوں میں کم ہوتا جا رہا ہے۔ ہمدردی، شفقت، صلہ رحمی، حسن سلوک والدین کی خدمت، بڑوں کا ادب یہ سب جو اخلاق حسنہ تھے ان میں کمی آرہی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں وہ محبت نہیں ہے جو ہونی چاہیے۔ جس کی لاشی اس کی بھینس، یہی ہو رہا ہے۔ ہمارے زمانہ کی جو حالت ہو رہی ہے کسی شاعر نے اس کا خوب نقشہ کھینچا ہے.....

خبر حدیثوں میں جس کی آئی
وہی زمانہ اب آرہا ہے
زمین بھی تیور بدل رہی ہے
فلک بھی آنکھیں دکھا رہا ہے
پرائے مال کو اپنا سمجھیں
حرام کو بھی حلال سمجھیں
گناہ کریں اور کمال سمجھیں
بتاؤ دنیا میں کیا رہا ہے
ہوا بھائی کا بھائی رہن
حقیقی بیٹی ہے ماں کی دشمن
پسر نے چھوڑا پدر کا دامن
بہن کو بھائی ستا رہا ہے
ہاتھ باندھے کھڑے ہیں صف میں
سب اپنے اپنے خیال میں ہیں
امام مسجد سے کوئی پوچھے
نماز کے پڑھا رہا ہے

وصیت کی چوتھی قسم، انبیاء علیہم السلام کی وصیت:

اور ایک چوتھی قسم کی وصیت ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور وہ ہے اپنی اولاد کو دین اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کرنا کہ آپس میں مل جل کر رہنا، نمازوں کی پابندی کرنا، آپس میں صلہ رحمی کرنا، دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا اور مسلمان رہ کر زندگی بسر کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

ہمارے بزرگوں اور اللہ والوں کا یہ دستور رہا ہے، بعض مرتبہ بیٹائی زندگی بھر ماں باپ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں لیکن مرتے وقت باپ نے کوئی بات کہدی وہ دل پر لگ جاتی ہے، کوئی وصیت کردی اس کو اختیار کر لیتے ہے تو بچوں کی زندگی بدل جاتی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وصیت قرآن میں موجود ہے۔

میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں:

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو وصیت فرمائی۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے "تروک فیکم امرین" اس کو انبیاء علیہم السلام کا ترک کہتے ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں (۱) "ما ان تمسکتہم بہ لن تضلوا بعدی ابدأ ان تمسکتہم بہ لن تضلوا بعدی ابدأ کتاب اللہ وسنة رسول اللہ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم "اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی بھی میرے بعد گمراہی اور ضلالت میں نہیں پڑو گے۔ یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ترکہ ہوتا ہے، وہ اپنے پیچھے مال جائیداد چھوڑ کر نہیں جاتے، ان کا ترکہ علم ہوتا ہے۔

انبیاء کا مال صدقہ ہوتا ہے:

ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انا معاشر الانبیاء لانورث ما ترکنا صدقۃ" ہم انبیاء کی جماعت کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں اس کا حکم صدقہ کے مانند ہے۔ یعنی اس میں تمام مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ لہذا ایسے کاموں میں وہ مال استعمال کیا جائے جس سے عام مسلمانوں کو نفع ہو۔ یہ بھی

عجیب و غریب امر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان انتہائی اعلیٰ ہوتی ہے۔ ان کا تعلق ہر وقت اللہ جل جلالہ و عظمیٰ سے ہوتا ہے۔ دنیا اور دنیا کے مال و دولت سے ان کو کوئی تعلق نہیں۔ وہ اس مال کو اپنا مال بھی نہیں سمجھتے یہاں تک کہ ان کے ترکہ میں وراثت بھی جاری نہیں ہوتی۔

انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی، اسکی حکمتیں:

حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت مصطفیٰ میں اور حضرت مولانا سید اصغر حسین محدث دیوبندی رحمہ اللہ نے مفید الوارثین میں اس پر مفید باتیں تحریر فرمائی ہیں۔ مولانا ادریس صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

(۱) انبیاء علیہم السلام کا مال صدقہ و خیرات ہوتا ہے۔ اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ خلق خدا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دین حق کی دعوت و تبلیغ میں جو کچھ مشقت اٹھائی اور جو کچھ محنت کی وہ سب محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھی، اس سے دنیا مطلوب نہ تھی۔ قرآن کا مطالعہ کیجئے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا جہاں تذکرہ آتا ہے وہیں اس کا تذکرہ بھی ملتا ہے ہر نبی اپنی قوم سے یہی کہتے ہیں ”و ما اسئلكم عليه من اجر ان اجرى الا على رب العلمين“ میں تم سے اس دعوت و تبلیغ پر دنیا کا کوئی اجر اور عوض کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو رب العالمین عطا فرمائیں گے۔ غرض ان کا مقصود و مطلوب دنیا نہیں ہوتی یہاں تک کہ اولاد کو بھی اس میں سے حصہ نہیں ملتا۔

(۲) نیز حضرات انبیاء کرام ہر وقت بارگاہ خداوندی میں حاضر اور مقیم رہتے ہیں اور مالک حقیقی کی مالکیت ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے رہتی ہے اس لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو کسی چیز کا بھی مالک نہیں سمجھتے۔ عوام کی نظروں سے مالک حقیقی کی ملکیت چونکہ پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے عوام اپنے آپ کو مالک مجازی سمجھتے ہیں مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے کو مالک مجازی بھی نہیں سمجھتے۔ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس کو خدا ہی کی ملک تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خداوند ذوالجلال کے دسترخوان پر بیٹھے

ہوئے ہیں، ہم کو اس سے مستفید ہونے کی اجازت ہے مگر ان سب نعمتوں کے مالک حقیقی اللہ عز و جل ہیں۔ عوام الناس اس مرتبہ شہود پر نہیں ہوتے اللہ نے ان کو اختیار دیا کہ وہ اپنی زندگی میں ہمارے منشا کے مطابق اس مال میں تصرف کریں اور اس کو اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے اس میں جائز وصیت کریں اور ان کے مال انہی کی اولاد اور رشتہ داروں کو وارث بنایا ہاں ان وارثوں کے حصے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہیں، اسی لئے تو ہمیں اس کی پابندی کرنا ہے اور اللہ کے بتائے قانون کے مطابق وراثت تقسیم کرنا ہے۔ بہر حال عوام کا حال الگ ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ الگ ہے۔ عوام الناس کے مال میں میراث اور وصیت جاری ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی، وہ تمام مسلمانوں پر صدقہ ہوتا ہے۔

(۳) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے حق میں بمنزلہ روحانی باپ ہوتے ہیں لہذا ان کا مال امت کے تمام افراد کے لئے وقف ہوتا ہے۔ خاص ان کی اولاد کے لئے نہیں ہوتا۔ وہ سب کے لئے رحمت بن کر آتے ہیں۔ صرف اپنی اولاد کے لئے رحمت نہیں ہوتے۔ لہذا وہ جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں اس کا فائدہ سب کو پہنچتا ہے۔ صرف انہیں کی اولاد مخصوص نہیں ہوتی۔ (سیرت مصطفیٰ، حصہ سوم، ص ۲۳۹) (مفید الوارثین، فصل دوم، ص ۱۳۷)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ترکہ علم ہے:

ایک حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”نحن معاشر الانبياء لا نورث درهما ولا دينارا“ ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت ورثہ میں درہم اور دینار نہیں چھوڑتے ہیں ہم علم چھوڑ کر جاتے ہیں ”وانما ورثوا العلم فمن اخذ اخذ الوافر او كما قال عليه الصلوٰۃ والسلام“ جس نے علم سے جتنا زیادہ حصہ لیا اس نے نبی کی میراث لی۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ نے بازار میں آواز لگا دی نبی کریم ﷺ کا ترکہ تقسیم ہو رہا ہے مسجد نبوی میں۔ لوگ بھاگے بھاگے مسجد میں آئے، وہاں جا کر دیکھا تو کوئی مال و دولت نہیں ہے۔ علم کے حلقے لگے ہوئے تھے، سب کہنے لگے کہاں ہے مال؟ فرمایا یہ علم کے حلقے نبی ﷺ کا بہترین مال و ترکہ ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی وصیت:

تو میرے دوستو! قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ووصی بہا ابراہیم بنیہ و یعقوب بنیہ ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون فرمایا اے میرے بیٹو تم کو موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو، اسلام کی حالت میں تمہاری موت آئے، اس کی کوشش کرو۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو فرمانے لگے اذقال لنبیہ ما تعبدون من بعدی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تم سب میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو بیٹوں نے کہا۔ قالو نعبد الہنک والہ آبائک ابراہیم واسمعیل واسحق الہا و احدا و نحن لہ مسلمون ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی اور آپ کے آباء و اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے معبود کی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے نخت جگر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کے بعد یوسف کے زندہ سلامت مصر میں موجود ہونے کا علم چالیس سال کے بعد ہوا۔ جب علم ہوا تو ان کے متعلق پوچھا کہ یوسف کس حال میں ہے۔ بتایا کہ وہ تو مصر میں ہیں اور وزیر خزانہ ہیں۔ فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا، میں یہ پوچھتا ہوں ایمان پر ہے یا نہیں؟ فکر ہے تو صرف ایمان کی ہے۔ تو اپنی اولاد کی دین کی فکر کرنا یہ سنت ہے انبیاء علیہم السلام کی۔ یہ وصیت سنت ہے۔ نہ معلوم کوئی بات دل کو لگ جائے اور کایا پلٹ جائے۔

ترکہ میں احتیاط کا ایک عجیب واقعہ:

حضرت حماد ایک بزرگ ہیں، وہ اپنے دوست کے گھر گئے، دوست کی حالت بہت نازک تھی، نزع کی حالت تھی۔ ان کے سر ہانے بیٹھ گئے، ان کو تسلی دے رہے تھے، تھوڑی دیر میں روح پرواز کر گئی۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنے دوست کی آنکھیں بند کیں، ان کے ہاتھ پاؤں سیدھے کئے۔ پھر فرمایا چراغ بجھا دو۔ حاضرین نے بات نہ سنی تو

حضرت حماد خود کھڑے ہوئے اور چراغ بجھا دیا اور فرمایا جب تک یہ زندہ تھا یہ تیل اس کا تھا اور جب اس کی روح پرواز کر گئی تو اب یہ تیل اس کے وارثوں کا ہو گیا۔ اب اس تیل کا استعمال کرنا ہمارے لئے درست نہیں۔ ہمارے اکابرین میں ایسا تقویٰ تھا۔ آج کل تو ”جس کی لاشی اس کی بھینس“ پورا کا پورا اور شہ کھا جاتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے اور اپنے کو سمجھتے ہیں کہ ہم سے زیادہ کوئی متقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھی سمجھ عطا فرما دیں اور میراث کے مسائل کے متعلق عمل کرنے کی مکمل توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔

وصیت کی اہمیت اور ترکہ کی تقسیم

(۲)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين
وعلى آله واصحابه اجمعين. اما بعد. فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله
الرحمن الرحيم. يا ايها الذين امنوا لا تلهمكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله ومن
يفعل ذلك فالنك هم الخاسرون. وانفقوا مما رزقكم من قبل ان ياتي احدكم
الموت فيقول رب لو لا اخرتني الى اجل قريب. فاصدق واكن من الصالحين ولن
يؤخر الله نفساً اذا جاء اجلها والله خبير بما تعملون.

ترکہ کی تقسیم میں عجلت مناسب ہے:

بزرگان محترم! گذشتہ کل وصیت کے بارے میں کچھ باتیں عرض کی تھیں۔ آج ایک
دوسرے مضمون کا ارادہ ہے لیکن کچھ دوستوں نے وصیت کے بارے میں ایک دو سوال کئے
تھے اسلئے اسکے متعلق ایک اہم بات عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے سوال کیا تھا کہ
ورثہ (میراث کا مال) فوراً تقسیم کر دینا چاہیے یا کچھ تاخیر بھی ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ
ہے کہ یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے اور حقوق العباد میں جس قدر ہو سکے حقداروں کو ان کا حق
جلد سے جلد ادا کر دینا چاہیے۔ لہذا اگر تقسیم کرنے میں کوئی حقیقی رکاوٹ نہ ہو اور آسانی سے
ترکہ تقسیم کر سکتے ہوں تو فوراً ترکہ تقسیم کر دینا چاہیے۔ بعض لوگ اگر طعنہ دیں کہ بس والد
صاحب کے انتقال کا گویا انتظار تھا، ابھی کل پرسوں ہی تو والد کا انتقال ہوا ہے ابھی تو باپ
کی مٹی سوکھی بھی نہیں اور اولاد کو مال کی پڑی ہے تو ایسے لوگوں کی بات کی طرف دھیان نہ
دیا جائے۔ لوگوں کو جو کہنا ہو کہتے رہیں، ہمیں تو اپنی آخرت سامنے رکھنا ہے اس لئے کہ ترکہ
کی تقسیم میں عجلت کرنا شرعاً مذموم نہیں بلکہ مطلوب ہے تاکہ حقداروں کو ان کا حق جلد مل جائے۔

تقسیم ترکہ میں رکاوٹ:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مکان کی تقسیم فوراً کرنا مشکل ہوتا ہے، کچھ قانونی رکاوٹیں ہوتی
ہیں یا کچھ بھائی بہن چھوٹے ہوتے ہیں، والدہ کا بھی سوال اٹھتا ہے کہ اگر فوراً مکان بھی
تقسیم کر دیا جائے تو والدہ کہاں جائیں گی، ان کے حصہ میں جو آتا ہے وہ ان کے رہنے کے
لئے ناکافی ہے تو ایسی صورت میں جو جو اشیاء باسانی تقسیم کر سکتے ہوں ان چیزوں کو تقسیم
کر دیں اور مکان وزمین کی تقسیم کی صورت پر غور و فکر کرتے رہیں، کوئی تدبیر نکالنے کی
کوشش کریں اور جب کوئی مناسب تدبیر سمجھ میں آجائے تو فوراً اس پر عمل کر لیا جائے۔
والدہ کے نان و نفقہ، سکنتی کا حکم:

یہاں ایک بات اور سمجھ لیں کہ اگر والدہ کے پاس اپنا ذاتی مکان نہ ہو اور اتنے پیسے
بھی نہ ہوں جس سے وہ اپنے رہنے کا انتظام کر سکیں تو ایسی صورت میں ان کے نان و نفقہ
وسکنتی کی ذمہ داری ان کے بچوں پر آتی ہے۔ لہذا ایسی صورت میں بالغ اولاد کو ایسی کوئی
تدبیر کرنا چاہیے کہ والدہ کا حق بھی ادا ہوتا رہے اور ان کو نفقہ و سکنتی کی فکر نہ رہے۔ اگر فوراً
مکان تقسیم کیا جائے تو والدہ کہاں جائیں گی؟ کیا روڈ پر رہیں گی؟ اس لئے اس کا بھی خیال کیا
جائے اور کوئی تدبیر کی جائے۔ مثال کے طور پر ایک تدبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر اللہ نے کسی بیٹے
کو صاحب مال بنایا ہو اور وہ مکان خرید کر دوسرے ضرورت مند وارثوں کا حق ادا کر سکتا ہو تو سب کے
مشورے سے وہ اسی مکان کو خرید لے اور ضرورت مند وارثوں کا حق ادا کر دے اور والدہ کو وہ مکان
رہنے کے لئے دیدیا جائے یا خود جس مکان میں رہتا ہو وہاں والدہ کو بھی اپنے ساتھ رکھ لے۔
بہر حال ترکہ کی تقسیم میں جلدی کرنا بھی ضروری ہے اور ان صورتوں کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔

اپنا حصہ دوسرے وارثوں کو دیدینا:

ایک سوال یہ تھا کہ ایک بیٹا صاحب مال ہو اور وہ اپنا حصہ بھائی بہنوں کو دیدے تو اس
طرح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں ایسا ہو سکتا ہے البتہ اس میں کسی تجربہ کار عالم یا مفتی سے مشورہ
کر لیا جائے کہ کس طرح کرے۔ اگر صرف اتنا کہے کہ مجھے اپنا حصہ نہیں لینا ہے صرف اتنا

کہنے سے اس کا حق ختم نہیں ہوتا۔ ہاں یوں کہے میں نے اپنا حصہ فلاں فلاں کو دیدیا، وہ میرے حصہ کو آپس میں تقسیم کر لیں، تو صحیح ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ جلد اول کے مقدمہ میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔

بہنوں کی خاموشی کا ناجائز فائدہ:

ایک سوال یہ تھا والد صاحب کے انتقال کے بعد بھائی لوگ مکان پر قابض رہتے ہیں۔ مکان دوکان، جائیداد سب ان کے پاس ہوتی ہے بہنوں کی شادی ہو جاتی ہے اور وہ اپنے گھر ہوتی ہیں، وہ خاموش رہتی ہیں، نہ مانگتی ہیں نہ صراحتہ معاف کرتی ہیں تو ایسی صورت میں ان کی خاموشی سے کیا سمجھا جائے؟ اگر وہ معاف بھی کر دیں تو ان کے معاف کرنے کا کیا حکم ہوگا؟ دوستو! اس میں بالکل صاف بات یہ ہے کہ باپ کی جائیداد میں بہنوں کا حق یقیناً ہے اور ان کا حق ادا کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ان کی خاموشی کی وجہ سے ہم یہ سمجھ لیں کہ ان کو اپنا حصہ نہیں چاہیے، انہوں نے تو معاف کر دیا، یقیناً ہمارا یہ سمجھنا خطرناک غلطی ہے۔ جہاں تک حالات کا مجھے علم ہے اور جو واقعات میرے علم میں ہیں ان کی روشنی میں بالکل صاف بات عرض کرتا ہوں کہ وہ بہنیں اپنا حق معاف کر دینے کی وجہ سے خاموش نہیں ہیں بلکہ صرف اس وجہ سے خاموش رہتی ہیں کہ اگر ہم حصہ مانگیں گی تو بھائی ناراض ہو جائیں گے، ابھی تو ہمارے مرحوم والد صاحب ہی کا مکان ہے اس نسبت سے بھائی کے یہاں آنا جانا رہتا ہے، اگر میں حصہ مانگوں گی تو اس گھر میں آنا جانا بھی بند ہو جائے گا۔ اس ڈر سے وہ خاموش رہتی ہیں۔ لہذا بھائیوں کو اپنی آخرت سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا ہوگا کہ بہنوں کی خاموشی کیوں ہے؟ اور اللہ کا خوف پیدا کر کے آخرت کی جوابدہی کا خیال کر کے اس کا جواب تلاش کریں اور بہنوں کی خاموشی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ ہاں اگر بہن صاحب مال ہے اور وہ اپنے گھر خوشحال ہے اور بھائی غریب ہے، صاحب عیال ہے اور بہن دل سے اپنا حصہ صراحتہ اپنے بھائی کو، ایک کو یا دو کو یا جن کو دینا ہو اس کو دیدے تو یہ جائز ہے۔ بہر حال ہر جگہ خاموشی اجازت نہیں ہو سکتی زبان سے اجازت ہو اور دل سے بھی راضی و خوشی ہو تو اور بات ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک کا ارشاد ہے ”یا ایہا الذین

اموالا تا کلو اموالکم بینکم با لباطل“ اے ایمان والو! باطل طریقہ سے کسی کا مال کھانا جائز نہیں۔ حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لا یحل مال امرء الا بطیب نفس منه او کما قال علیہ السلام“ کسی کا مال کسی کے لئے حلال نہیں ہے جب تک زبانی اجازت کے ساتھ ساتھ دل کی خوشی سے نہ ہو لہذا اگر کسی وارث نے دل سے اپنا حصہ معاف کر دیا اور اپنے دوسرے بھائی بہنوں کو دیدیا تو جائز ہے اور درست ہے ورنہ حق ادا کر دینا چاہیے۔

حصہ لے لو تو فتویٰ ہے، نہ لو تو تقویٰ ہے:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے والد صاحب کا انتقال ہوا، ان کا کافی ترکہ تھا۔ حضرت تھانوی کا دل چاہتا تھا کہ اپنا حصہ اپنے والد صاحب کے دوسرے وارثوں کو دیدیں حضرت تھانویؒ نے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ حضرت! میرا دل لینے کو نہیں چاہتا ہے تو حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ”لینا چاہو تو فتویٰ ہے اور نہ لینا چاہو تو تقویٰ ہے“ خلاصہ یہ کہ اپنی خوشی سے چھوڑ دے تو جائز ہے۔ لیکن چونکہ آجکل فتنہ عام ہے کہیں آگے چل کر اولاد۔ در اولاد جنگ اور قتل و قتال و فساد شروع نہ ہو جائے اسلئے دو گواہوں کے دستخط کے ساتھ لکھوا بھی لے۔

آپس کی رضامندی سے ترکہ کی تقسیم:

آپس میں میل محبت سے معاملہ نمٹانے کی کوشش کریں، آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کا جذبہ ہو اور محبت ہو اور آپس کی رضامندی سے اس طرح ترکہ تقسیم کریں کہ کوئی بیٹا مکان لینے پر راضی ہو گیا، کوئی دوکان لینے پر رضامند ہو گیا، کوئی بہن کیش رقم لینے پر تیار ہو گئی اور آپس میں صلح کر لی اور کمی زیادتی کو ایک دوسرے کو معاف کر دیا تو یہ بھی درست ہے۔ آپس میں محبت باقی رہے اس کا خوب خیال رکھا جائے مال تو فانی چیز ہے مال پر آپس کی محبت اور صلہ رحمی اور آپس کے تعلقات کو قربان نہ کیا جائے۔ لہذا بطیب خاطر اپنی پوری خوشی سے ہر ایک کچھ کم و بیش لیکر اپنے حق سے دست برداری اختیار کرے اور آپس میں محبت سے رہنے کو ترجیح دے بہت اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ ایک چھوٹی سی چیز پر آپس میں جھگڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ ایسا لمبا ہو جاتا ہے کہ خاندان کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

عبرت ناک واقعہ:

بڑی عبرت کا واقعہ ہے۔ حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہم نے ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ دو بھائی تھے، والد مرحوم کا مکان آپس میں بڑی محبت سے تقسیم کر لیا۔ دو مکانوں کے درمیان ایک درخت تھا اس درخت کے بارے میں دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک کہتا ہے میں اس کا حقدار ہوں، دوسرا کہتا ہے میں اس کا حقدار ہوں۔ بالآخر کورٹ میں کیس گیا۔ سالوں تک کیس چلتا رہا۔ بالآخر جج نے فیصلہ کیا کہ درخت کو کاٹ کر دونوں آدھا آدھا تقسیم کر لو۔ اس مقدمہ بازی کا انجام یہ ہوا کہ جتنا مال ترکہ میں سے ملا تھا وہ سب وکیلوں کی فیس میں ختم ہو گیا اور آخر میں وہ ہوا جو شروع میں آسانی سے کر سکتے تھے، اگر صلح صفائی کے ساتھ معاملہ طے کر لیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ اسلئے آپس میں مل سمجھ کر معاملہ سلجھانا چاہیے۔ ضد پر آکر معاملہ کو خراب نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اچھی سمجھ عطا فرمائے، آپس میں محبت اور ہمدردی کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

وصیت نامہ تیار کر لینا چاہیے:

بہر حال کل وصیت کے بارے میں کچھ عرض کیا تھا۔ ہمارے اس ملک کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگی ہی میں اپنا وصیت نامہ تیار کر لینا چاہیے اور اپنے وارثوں کو اس میں واضح کر دینا چاہیے اور لکھ دینا چاہیے کہ میرے انتقال کے بعد میرے ان وارثوں کو اسلام کے قانون کے مطابق حصہ دیا جائے تاکہ انتقال کے بعد ہر وارث کو اپنا شرعی حصہ آسانی سے مل جائے۔

وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں:

وصیت کے سلسلہ میں ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے کہ انتقال کے بعد جو رشتہ دار مثلاً ماں باپ، بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی، بہن بھائی، بھتیجہ جو جو وارث بن سکتا ہو ایسے وارث کے لئے اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں موت سے قبل وصیت کرے اور دوسرے وارثوں کو نظر انداز کرے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا "ان

اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث" کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کا حق دیدیا ہے یعنی اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ لہذا اب وصیت وارث کے لئے نہیں ہے، اس کو اس کا مقرر حصہ ملے گا۔ ہاں البتہ دوسرے ورثاء سب بالغ ہوں، عاقل ہوں اور وہ اپنے مرحوم رشتہ دار کی وصیت پر عمل کر کے کسی وارث کو زیادہ دینا چاہیں تو پھر وصیت کے مطابق عمل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے "لا وصیۃ وارث الا ان یشاء الورثہ" (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۱۵)

کار خیر میں وصیت کا حکم:

اسی طرح اگر کوئی شخص صاحب مال ہے اور وہ اپنے انتقال سے پہلے کسی کار خیر میں وصیت کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً کسی مسجد میں یا مدرسہ میں یا کسی اور صدقہ جاریہ کے کام میں مال دینا چاہتا ہے تو شریعت نے اس کو حق دیا ہے کہ اپنے کل مال میں سے تیسرے حصہ کی وصیت کر سکتا ہے، اس سے زیادہ کی نہیں۔ حدیث میں ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بہت سخت بیمار ہو گئے حتیٰ کہ ان کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔ حضور اقدس ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں اس موقع پر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ میری حالت دیکھ رہے ہیں الحمد للہ میں صاحب مال ہوں، اللہ نے بہت مال دیا ہے اور میری صرف ایک بیٹی میری وارث ہے، کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں کچھ کم کرو۔ میں نے کہا دو تہائی یا رسول اللہ (ﷺ)! "فقال لا" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا نصف مال کی کروں یا رسول اللہ! "فقال لا" حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ قلت فالثلث یا رسول اللہ! تیسرے حصہ کی وصیت کر دوں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا "الثلث والثلث کثیر" ہاں مال کے تیسرے حصہ کی وصیت کر سکتے ہو اور تیسرا حصہ بھی زیادہ ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرہم عالة یتکفون الناس" تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو غریب چھوڑ دو اور وہ تمہارے بعد لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

لہذا اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کے ورثاء اچھی حالت میں ہیں اور وہ اپنے لئے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے تو اپنے مال کے تیسرے حصہ میں وصیت کر سکتا ہے۔ دیکھو کل عرض کیا تھا کہ بعض مرتبہ ایک مسلمان بھائی ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتا ہے مگر آخر میں آکر وصیت میں التماسیدھا کر دیتا ہے، کسی وارث کو محروم کر دیتا ہے تو اپنے اس غلط عمل کی وجہ سے جنت سے محروم ہو جاتا ہے لہذا اپنا معاملہ بالکل صاف رکھو اپنے ورثاء کو بھی دیکھو اور اپنی آخرت کو بھی نہ بھولو۔ قرآن پاک کے احکام بھی نہ چھوڑو اور فرمان الہی کو فراموش نہ کرو، مال کو اللہ کی امانت سمجھو، اللہ کی تقسیم پر راضی رہو تو انشاء اللہ، اللہ راضی ہو جائیں گے اور کامیاب ہو جائیں گے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

موت کے وقت تمنا کریگا:

دوستو! آج جو آیت تلاوت کی ہے اس کی تفسیر میں رئیس المفسرین، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے کسی کا مال لیا ہے اور اس کو واپس نہیں کیا ہے، یا کسی پر زکوٰۃ فرض تھی اس نے ادا نہیں کی، یا کسی پر حج فرض تھا اور اس نے حج ادا نہیں کیا تو وہ شخص موت کے وقت یہ تمنا کریگا کہ اے اللہ! میری زندگی تھوڑی اور بڑھادی جائے تاکہ میں حج کر لوں، زکوٰۃ ادا کر دوں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس بات کی تائید میں یہ آیت پیش فرمائی حتیٰ اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون۔ لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلاً کہ جب موت کا وقت قریب ہوگا تو تمنا کریگا کہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ میں اچھے اعمال کر کے آؤں۔ تو کسی نے سوال کیا کہ یہ آیت تو کافر کے بارے میں ہے مسلمان کے بارے میں نہیں ہے۔ کہ کافر اس بات کی تمنا کریگا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اچھا، اگر یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے تو میں تم کو وہ آیت پڑھ کر سناتا ہوں جو ایمان والوں کے بارے میں ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یا ایہا الذین امنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو

اللہ کے ذکر سے غافل نہ بنادے ومن یفعل ذالک فاولئک ہم الخاسرون اور جو شخص ایسا کریگا تو وہ لوگ خسارے میں ہیں۔ آج انسان اپنی اولاد کے لئے بے قرار ہو رہا ہے اور ان کی محبت کی وجہ سے پتہ نہیں کس کس گناہ میں پڑ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر بندوں کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ دیکھو تمہاری اولاد اور تمہارے اموال تم کو اللہ سے غفلت میں نہ ڈالیں۔ اللہ کو یاد کرو اور ان کی محبت میں آکر اپنی آخرت کو برباد نہ کرو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا و انفقوا مما رزقکم من قبل ان یاتی احدکم الموت ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے خیرات کر لو اس سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے پھر وہ تمنا کرنے لگے لولا اخرتہ الی اجل قریب وہ تمنا کریگا اے اللہ! مجھے تھوڑے دنوں کی مہلت دیدے فاصدق و اکمن من الصالحین خوب خیر خیرات کر کے میں صالحین میں سے ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ولن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء اجلہا کہ جب کسی جاندار کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسکو ہرگز ایک گھڑی کی بھی مہلت نہیں دیا کرتا۔

مرض الموت میں وصیت:

فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھو اگر کسی کی سکرات چل رہی ہو اور اس وقت وہ وصیت کرے تو اس کی وہ وصیت بھی قبول نہیں ہوتی ہے۔ اس سے پہلے پہلے وصیت کر لو کیونکہ حالت سکرات کی وصیت بھی قابل عمل نہیں ہوتی۔ اور نہ قابل اعتبار لہذا اس گھڑی کے آنے سے پہلے پہلے اپنے مال میں سے جائز وصیت جو کرنا ہے کر لو۔

پرائے مال سے محبت:

حضور اقدس ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو پرائے مال سے محبت کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا پرائے مال سے کون محبت کریگا؟ انسان تو اپنے مال سے محبت کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا مال تو وہی ہے جو تم نے آگے بھیج دیا استعمال کر لیا موت کے وقت جو تم چھوڑو گے وہ تو دوسروں کا ہے۔

آج کا دور:

لیکن دوستو! آجکل کا دور ایسا ہے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ میرے والد صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تو نفسی نفسی کا عالم ہوگا ہی لیکن آج کا دور بھی ایسا ہے کہ یہیں دنیا میں بھی نفسی نفسی کا عالم ہے۔ ”شیخ اپنی دیکھ“ والا معاملہ ہے۔ اولاد کو اللہ تعالیٰ ایسی نیک بنادے کہ کم از کم ہمارے لئے کچھ خیر خیرات کرے یا کم از کم تین تین مرتبہ قل هو اللہ پڑھ کر بخش دے اور کبھی کبھی ہماری قبر پر آکر فاتحہ پڑھ دے، ورنہ باپ کو دفن کیا اور اس کے بعد چند دن روئے اور کچھ ایصال ثواب اور دعا کی پھر ختم۔ اب کون باپ ہے اور کون دادا؟ اپنے کاموں سے فرصت ہی نہیں۔ آجکل تو یہ حالت ہے کہ بعض لوگ رسماً کچھ کر لیتے ہیں..... چالیسواں کر لیا، ڈر ہے اگر نہیں کریں گے تو لوگوں کے طعنے سننے پڑیں گے کہ دیکھو باپ مر گیا اس نے زیارت بھی نہیں کی، چالیسواں بھی نہیں کیا۔ پہلے میں نے آپ کو یہ مسئلہ بتایا ہے کہ یہ تیجہ زیارت چالیسواں اور برسی سب رسومات و بدعات ہیں، اور اگر یہ مرحوم کے مال سے ہو رہا ہے اور مرحوم کے وارثوں میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں تو پھر یہ..... چالیسواں کا کھانا کھانا، کھانا کھانا بھی بالکل جائز نہیں۔ یہ تو وارثوں کا مال ہے اور نابالغ یتیموں کا مال ہے اور یتیموں کا مال کھانا کتنا بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ان الذین یا کلون اموال الیتیمی ظلما انما یا کلون فی بطونہم ناراً ویصلون سعیر ابلا شک وشبہ جو لوگ بغیر کسی حق شرعی کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں تو اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور وہ عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

اس لئے اس سے بچنا چاہیے مگر حالت یہ ہے کہ ناواقف لوگوں کو آخرت کی پکڑ سے بچانے کی غرض سے اگر کسی نے یہ مسئلہ بتایا تو کہہ دیا کہ یہ تو وہابی ہے، خیر جو کہنا ہو کہہ لیں مسئلہ تو یہی ہے۔

..... چالیسواں:

بعض جگہ تو یہ تیجہ..... اور چالیسواں کی رسم لوگوں کے لئے ایک مصیبت بن گئی ہے۔ اسکے لئے قرض لیتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ لوگ انتظار ہی میں گویا رہتے ہیں، کسی کی میت ہو اور ہمارا پیٹ بھرے جیسے ہی انتقال ہوا رشتہ دار آکر بیٹھ گئے۔ ایک دن ہوا، دو دن ہوئے، جاتے ہی نہیں۔ کیا ہوا بھائی کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتے کسی طرح اشاروں میں کہا گیا تو جواب ملتا ہے کہ چالیسواں کھا کر جائیں گے، بس اب پڑے ہوئے ہیں۔ اسی حالت پر ایک لطیفہ ذہن میں آیا جو عرض کر دیتا ہوں۔

ایک لطیفہ:

ایک میاں بیوی تھے، گزارے کیلئے ایک بکری پال رکھی تھی مگر ایک بکری سے کیا ہوتا، کچھ قرض لینا پڑتا یہاں تک کہ قرض بہت بڑھ گیا اور اب کوئی قرض بھی دینے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ فاقہ پر فاقہ ہونے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ اب کیا کریں۔ مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ یہ بکری بیچ دو جو قیمت اُن کی دو مہینے تو گزاران چلے گی تو انہوں نے بکری بازار میں جا کر بیچ دی۔ اس کی قیمت پر گزاران چلتا رہا حتیٰ کہ اس کی قیمت بھی ختم ہو گئی اور گھر میں پھر فاقہ ہونے لگا۔ میاں نے کہا کہ ایک تدبیر سمجھ میں آئی کہ چلو اس گاؤں میں جائیں جہاں بکری بیچی تھی۔ وہاں گئے خریدار نے پوچھا کیوں بھائی خیریت تو ہے؟ کہنے لگے ہاں خیریت تو ہے مگر اس بکری کو بڑی محبت سے بچے کی طرح پالا تھا اس کی یاد آنے لگی اس لئے اس کی زیارت کے لئے آگئے، بکری کا دیدار کیا۔ مالک مکان نے کہا آپ اتنی دور سے آئے ہو تو کھانا کھا کر جاؤ۔ دعوت کھا کر چلے گئے۔ پھر فاقے آنے لگے سوچا کہ چلو پھر بکری کی زیارت کے لئے جائیں۔ گئے اور دعوت کھا کر واپس آگئے کچھ دن کے بعد پھر بیچ گئے تو بکری والے نے کہا کہ بکری تو بہت مہنگی پڑی اب مالک نے نوکر سے کہا کہ آئندہ جب یہ میاں بیوی آئیں تو بکری کو چھپا دینا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد جب نوکر نے ان دونوں کو آتے ہوئے دیکھا تو اس بکری کو چھپا دیا۔ وہ دونوں آئے، السلام علیکم وعلیکم السلام

کیوں بھائی خیریت تو ہے؟ کہا کہ بکری یاد بہت آرہی تھی۔ انہوں نے کہا بکری تو مر گئی۔
انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے اب تو یہیں رہنا پڑیگا، چالیسواں کر کے جائیں گے۔

ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرنے میں جلدی کرو:

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دفن کرنے کے بعد پہلے ہی دن ایصال ثواب شروع ہو جاتا لیکن تین دن تک کیوں مؤخر کیا جاتا ہے، خدا نخواستہ اگر مردہ عذاب میں مبتلا ہے تو تین دن تک وہ عذاب میں گرفتار رہے گا اگر اللہ نے دیا ہے تو ابھی سے صدقہ خیرات اور ایصال ثواب شروع کر دو تا کہ مرحوم کو فائدہ پہنچنا شروع ہو جائے۔ سنت طریقہ کے مطابق اور اخلاص کے ساتھ اگر مرحوم کو ایصال ثواب کیا جائے تو اس سے مردوں کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے اور مردوں کو اس کا انتظار بھی رہتا ہے۔

قبر میں مردہ کی حالت:

چنانچہ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ما المیت فی القبر الا كالغریق المتغوث“ مردہ قبر میں اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو پانی میں ڈوب رہا ہو اور وہ اس بات کا منتظر ہو کہ کوئی شخص وہاں پہنچ جائے اور اسے ڈوبنے سے بچالے۔ مردہ کی حالت بھی بالکل اسی طرح ہوتی ہے ”ينتظر دعوة تلحقه من اب او ام او اخ او صديق“ مردہ انتظار میں رہتا ہے کہ اس کا باپ یا اس کی ماں یا اس کا بھائی یا اس کا دوست اس کے لئے دعاء مغفرت کرے ”فاذا لحقته كان احب اليه من الدنيا وما فيها“ چنانچہ جب کوئی بھی مردہ کے لئے دعا کرتا ہے اور یہ دعا اس کے پاس پہنچتی ہے تو یہ دعا اس کے لئے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے ”وان الله تعالى ليدخل على اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال (من الرحمة والغفران)“ اور اللہ تعالیٰ دنیا والوں کی دعا کے سبب اہل قبور پر پہاڑوں کے برابر اجر و ثواب، رحمت و غفران پہنچاتا ہے ”وان هدية الاحياء الى الاموات الاستغفار لهم“ اور زندہ لوگوں کا تحفہ مردوں کے لئے یہ ہے کہ وہ مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کریں۔
(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۰۶)

تو دوستو! ہماری دعاء مغفرت بے کار اور رائیگاں نہیں جاتی، اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں میں جس قدر اخلاص ہوتا ہے اسی قدر پہاڑوں کے برابر ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اس لئے جس قدر ہو سکے ہم اپنے مرحوم والدین کے لئے، رشتہ داروں کے لئے، اساتذہ کے لئے، اپنے متعلقین دوست و احباب کے لئے اور پوری امت کے لئے دعاء مغفرت کرتے رہیں۔ یہی ہمارا ان کے لئے تحفہ ہے، ہم ان کے لئے بس یہی تحفہ بھیج سکتے ہیں۔ اسی طرح ہو سکے تو کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں، صدقہ خیرات کر کے ایصال ثواب کریں، ان کی طرف سے حج بدل کریں، ان کی طرف سے قربانی کریں۔

والدین کی قبر کی زیارت:

موقع ہو تو قبرستان جائیں، اپنے والدین کی قبر کی زیارت کریں۔ حدیث میں آتا ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ”من زار قبر ابويه او احدهما في كل جمعة غفر له وكتب برا“ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کے قبر کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے اور اس کو اپنے والدین کا مطیع اور فرمانبردار لکھا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۵۳) کتنی بڑی نعمت ہے۔ زندگی میں خدا نخواستہ والدین کی اطاعت نہ کی ہو اور ان کا دل دکھایا ہو، ان کو تکلیف پہنچائی ہو اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا ہو تو بھی ایسی نافرمان اولاد کیلئے شریعت اسلامیہ نے معافی و تلافی کا راستہ کھلا رکھا ہے۔

نا فرمان اولاد کی مغفرت ہو جائے اور فرمانبردار لکھا جائے:

اللہ کی رحمت پر قربان جائیے، اللہ پاک نے اب بھی ہم کو اپنی رحمت سے محروم نہیں رکھا۔ وہ کیسی کریم ذات ہے اور کس قدر اپنے بندوں پر رحیم اور مہربان ہے۔ فرمایا کہ آجاؤ اب بھی ہماری رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ آجاؤ، نا امید مت ہو کہ اب تو دنیا سے والدین جا چکے ہیں، ان سے کس طرح معافی مانگ سکتے ہو؟ ان کو کس طرح راضی کر سکتے ہو؟ فرمایا بہت آسان طریقہ ہے، اللہ ہم سب کو اس کی قدر نصیب فرماویں۔ فرما

طریقہ یہ ہے کہ ہر جمعہ کو اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت اور ان کے لئے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کرتے رہا کرو۔ اس عمل سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دیں گے اور تمہارا شمار فرمانبردار اولاد میں کر دیں گے۔ سبحان اللہ! کتنا آسان عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی کس قدر رحمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی قدر نصیب فرماویں۔ آمین۔

قبروں کی زیارت کرتے رہا کرو:

تو دوستو! سنت طریقہ پر قبروں کی زیارت کرتے رہنا چاہیے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ مسلمان مرد جب قبرستان جاتا ہے تو اسے اپنی آخرت یاد آتی ہے، اپنی قبر یاد آتی ہے، دل نرم ہوتا ہے اور پھر آخرت کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد في الدنيا وتذكر الآخرة" میں پہلے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، اب میں کہتا ہوں قبروں کی زیارت کیا کرو، یہ تمہارے اندر دنیا سے بے رغبتی پیدا کر دیگی اور تم کو آخرت کی یاد دلائیگی۔

پچاس سال کے گناہ معاف:

ایک حدیث میں ہے جو شخص قبرستان جائے اور جا کر قبر والوں کو اس طرح سلام کرے:

السلام علی اهل لا اله الا الله
کیف وجدتم قول لا اله الا الله
اغفر لمن قال لا اله الا الله
من اهل لا اله الا الله
یا اهل لا اله الا الله
واحشرنی فی زمرة من قال
لا اله الا الله

تو اس سلام کرنے والے کے پچاس سال کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔ "غفر له ذنوب خمسين سنة قيل يا رسول الله من لم تكن له ذنوب خمسين سنة" حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ! (ﷺ) جس کے پچاس سال کے گناہ نہ ہوں تو؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "قال لوالديه ولقرابته ولعامة

المسلمين" اللہ تعالیٰ اس کے والدین کے گناہ بخش دیں گے۔ اس کے رشتہ داروں کے گناہ اور عام مسلمانوں کے گناہ بخش دیں گے۔ (فضائل ذکر، ص ۱۰۲، حدیث نمبر ۳۲ کے تحت، فصل نمبر ۲) تو انسان قبرستان کی زیارت کرے گا اور اس طرح سلام کریگا تو اس سلام پر اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب عطا فرماتے ہیں۔

قبرستان کے مزدے سفارش کریں گے:

اسی طرح حدیث میں ہے "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من دخل المقابر....." حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان جائے "ثم قرء فاتحة الكتاب وقل هو الله احد واليهكم التكاثر" اور قبرستان جا کر سورہ فاتحہ اور سورہ قل هو اللہ احد اور سورہ الیہکم التکاثر پڑھے اور اس کے بعد کہے "اننی جعلت ثواب ماقرات من کلامک لاهل المقابر من المؤمنین والمؤمنات کانوا اشفعاء له الی اللہ" اے اللہ میں نے جو آپ کا پاک کلام پڑھا ہے اس کا ثواب قبرستان کے مومنین اور مومنات کو پہنچا دیجئے، تو قبرستان کے سب مومنین اور مومنات اس کے لئے سفارش کریں گے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ، ج ۵، ص ۱۲۵)

مردوں کی تعداد کے مطابق ثواب:

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے، حضرت علیؓ سے روایت ہے "ان النبی ﷺ قال من مر علی المقابر فقرأ قل هو الله احد احدى عشرة مرة" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان جائے اور گیارہ مرتبہ سورہ قل هو اللہ احد پڑھے "ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعد الاموات" پھر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے تو مردوں کی گنتی کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کو اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔ (طحاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۴۲)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عمل:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قبرستان جاتا ہوں تو وہاں جا کر اس طرح عمل کرتا ہوں "السلام علیکم یا دار قوم مومنین انتم سلفنا

ونحن بالاثروانا ان شاء الله بكم لا حقون يغفر الله لنا ولكم اجمعين و۔ صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار“ پھر اس کے بعد تین مرتبہ درود شریف تین مرتبہ سورہ فاتحہ اور بارہ مرتبہ سورہ اخلاص قل هو اللہ احد پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر صاحب مزار کو اور اس کے ارد گرد کے تمام مردوں کے لئے دعاء مغفرت کرتا ہوں۔

(فرمودات حضرت مدنی، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ، ص ۱۲۵، ج ۵)

قبر پہلی منزل ہے:

دوستو! قبرستان کی زیارت کے بڑے فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں جا کر عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ آخرت کی پہلی منزل ہے۔ حضرت عثمانؓ قبروں کو دیکھتے تو بہت روتے تھے اور فرماتے تھے یہ پہلی منزل ہے جو اس سے اچھی طرح گذر گیا تو انشاء اللہ اس کے بعد کی منزلیں بھی اس لئے آسان ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے قبر کی منزل کو آسان فرمائیں، عذاب قبر سے محفوظ رکھیں اور جتنے مسلمان اللہ کی رحمت میں جا چکے ہیں اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائیں، آمین۔

خلاصہ:

وصیت پر بات چلی تھی کہ اس ملک کے حالات سامنے رکھتے ہوئے اپنا وصیت نامہ لکھ لینا چاہیے تاکہ انتقال کے بعد شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم ہو جائے اور تمام حقداروں کو حق مل جائے۔ اس کے ضمن میں کچھ اور باتیں بھی آ گئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائیں اور ہم سب کو حسن خاتمہ نصیب فرمائیں اور ہماری اولاد کو اللہ تعالیٰ نیک بنائیں اور ہماری قیامت تک کی نسلوں کے ایمان کی اور دین کی حفاظت فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

